ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور پاکستان

شیخ التفسیر

حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

مدیر مسئول

مولانا عبید اللہ انور

امیر انجمن خدام الدین لاہور

مدیر اعلیٰ

مجاہد الحسینی

مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور پاکستان غربی

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ممانعت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اتَّقُوا اللَّاعِنَیْنَ قَالُوْا: وَ مَا اللَّاعِنَانِ؟ قَالَ: اَلَّذِیْ یَتَخَلّٰی فِیْ طَرِیْقِ النَّاسِ اَوْ ظِلِّهِمْ۔ رواہ مسلم۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ دو لعنت والی چیزوں سے احتراز اور پرہیز کرو۔ صحابہؓ کرام نے عرض کیا کہ وہ لعنت والی کون کون سی چیز ہے؟ آپ نے فرمایا، لعنت کا مستحق وہ شخص ہے جو لوگوں کے راستے یا ان کے سایہ دار مقامات میں قضائے حاجت کرتا ہے۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی اَنْ یُّبَالَ فِی الْمَآءِ الرَّاکِدِ۔ رواہ مسلم

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔

عَنِ النُّعْمَانِ ابْنِ بَشِیْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ اَبَاهُ اَتٰی بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ نَحَلْتُ ابْنِیْ هٰذَا غُلَامًا کَانَ لِیْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اَکُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَهٗ مِثْلَ هٰذَا؟" فَقَالَ: لَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "فَارْجِعْهُ"، وَفِیْ رِوَایَةٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ: "اَفَعَلْتَ هٰذَا بِوَلَدِكَ کُلِّهِمْ؟" قَالَ: لَا، قَالَ: "اتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوْا فِیْ اَوْلَادِکُمْ"، فَرَجَعَ اَبِیْ فَرَدَّ تِلْكَ الصَّدَقَةَ، وَفِیْ رِوَایَةٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "یَا بَشِیْرُ اَلَكَ وَلَدٌ سِوٰی هٰذَا؟" فَقَالَ: نَعَمْ، قَالَ: "اَکُلَّهُمْ وَهَبْتَ لَهٗ مِثْلَ هٰذَا؟" قَالَ: لَا، قَالَ: "فَلَا تُشْهِدْنِیْ اِذًا فَاِنِّیْ لَا اَشْهَدُ عَلٰی جَوْرٍ"۔ وَفِیْ رِوَایَةٍ: "لَا تُشْهِدْنِیْ عَلٰی جَوْرٍ"۔ وَفِیْ رِوَایَةٍ: "اَشْهِدْ عَلٰی هٰذَا غَیْرِیْ!" ثُمَّ قَالَ: "اَیَسُرُّكَ اَنْ یَّکُوْنُوْا اِلَیْكَ فِی الْبِرِّ سَوَآءً؟" قَالَ بَلٰی، قَالَ: "فَلَا اِذًا"۔ متفق علیہ۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ مجھ کو میرے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو غلام دیا ہے جو میرے پاس تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم نے اپنی تمام اولاد کو اسی طریقہ سے (غلام) دیا ہے؟ میرے والد نے عرض کیا کہ نہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (اس غلام) کو واپس لے لو، اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم نے اپنی تمام اولاد کو بھی اسی طرح دیا ہے؟ میرے والد نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا، تو اللہ سے ڈرو، اور اپنی اولاد میں انصاف سے کام لو۔ چنانچہ میرے باپ وہاں سے لوٹے اور اس عطیہ کو واپس لے لیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے بشیر کیا اس کے علاوہ تمہارے اور بھی اولاد ہے۔ میرے والد نے جواب دیا، جی ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا، تو کیا تم نے ہر ایک کو اتنا ہی عطیہ دیا ہے؟ والد نے کہا، نہیں۔ تو حضورؐ نے فرمایا، تو اس وقت مجھ کو گواہ نہ بناؤ، اس لیے کہ میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ (آپ نے فرمایا) مجھ کو ظلم پر گواہ نہ بناؤ اور ایک اور روایت میں ہے کہ (آپ نے فرمایا)، اس پر میرے علاوہ کسی اور کو گواہ بنا لو۔ پھر ارشاد فرمایا کہ کیا تم کو یہ چیز پسندیدہ ہے کہ تمہاری بھلائی کرنے میں سب برابر ہوں؟ والد نے عرض کیا، جی ہاں! ضرور پسند ہے۔ آپ نے فرمایا تو اس وقت برابری کیوں نہیں کرتے۔

عَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ الْجُهَنِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنِ الْحِبْوَةِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَ الْاِمَامُ یَخْطُبُ۔ رواہ ابوداؤد والترمذی وَ قَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

حضرت معاذ بن انس الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں گھٹنوں کو پیٹ سے ملا کر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے اس وقت جب کہ جمعہ کے دن امام خطبہ پڑھ رہا ہو۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ خَطَبَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ فِیْ خُطْبَتِهٖ: ثُمَّ اِنَّکُمْ اَیُّهَا النَّاسُ تَاْکُلُوْنَ شَجَرَتَیْنِ لَا اَرَاهُمَا اِلَّا خَبِیْثَتَیْنِ اَلْبَصَلَ وَالثُّوْمَ، لَقَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَجَدَ رِیْحَهُمَا مِنَ الرَّجُلِ فِی الْمَسْجِدِ اَمَرَ بِهٖ فَاُخْرِجَ اِلَی الْبَقِیْعِ، فَمَنْ اَکَلَهُمَا فَلْیُمِتْهُمَا طَبْخًا۔ رواہ مسلم۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے جمعہ کے روز خطبہ دیا اور اپنے (طویل) خطبہ میں فرمایا کہ پھر تم اے لوگو! ان دو درختوں (یعنی لہسن اور پیاز) کو کھاتے ہو، اور میری نظر میں یہ خبیث چیزیں ہیں۔ اور بے شک میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ اگر آپ کو مسجد میں ان دونوں کی بو کسی شخص سے آجاتی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو مدینہ سے خارج کروا کر بقیع (قبرستان) تک پہنچوا دیا کرتے تھے۔ اس لیے جو ان دونوں چیزوں کو کھائے تو اس کو چاہیے کہ پکا کر ان کی بدبو کو زائل کر دے۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ اَکَلَ ثُوْمًا، اَوْ بَصَلًا فَلْیَعْتَزِلْنَا اَوْ فَلْیَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا۔ متفق علیہ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے لہسن یا پیاز کھایا، تو وہ ہم سے علیحدہ یا ہماری مسجدوں سے کنارہ کش رہے۔

ف: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جتنی خوش بو وغیرہ سے محبت تھی اسی قدر بدبو سے نفرت تھی۔ اس لیے فرمایا کہ بدبودار چیز استعمال کرکے کوئی ہماری مسجد میں نہ آئے۔ سگریٹ اور حقہ نوش مسلمان کو اس حدیث سے سبق لینا چاہیئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدام الدین لاہور

۱۷ صفر المظفر ۱۳۹۰ھ
۲۴ اپریل ۱۹۷۰ء

جلد ۱۵
شمارہ ۴۹

فون نمبر ۶۷۵۴۵

مندرجات

مجلسِ ادارت

یوسف عزیز مدنی

ننھّے طلبہ پر اسرائیل کی وحشیانہ بمباری

صدر جمال عبد الناصر کے مکان پر بمباری کا خطرناک منصوبہ

قاہرہ کے ایک سکول پر اسرائیلی غنڈوں نے وحشیانہ بمباری کرکے ننھے طالب علموں کو خاک و خون میں تڑپا دیا۔ اور ایک خبر ہے کہ یہودی غاصب اور اسرائیل کے سفّاک درندے امریکہ کی شہ پر دنیائے عرب کے بہادر حکمران اور زیرک سیاستدان جمال عبدالناصر صدر متحدہ عرب جمہوریہ کی رہائش گاہ کو بمباری کا نشانہ بنانے کا ناپاک منصوبہ مرتّب کرچکے ہیں۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ دنیائے عرب میں امریکی ڈپلومیسی اور اسرائیلی جارحیّت کا منہ توڑ جواب دینے والے مجاہدِ اعظم جمال عبدالناصر کا وجود ہی ختم کر دیا جائے تاکہ اسرائیل کو امریکی اشارے پر بلا روک ٹوک مدینہ منوّرہ اور مکّہ معظّمہ پر بھی قبضہ و قدرت کے مواقع میسّر آ جائیں۔

دنیا کے زیرک سیاستدان اور اہلِ فراست ہی اس حقیقت سے آگاہ نہیں بلکہ دنیائے عرب کا بچّہ بچّہ اس بات سے بخوبی آشنا ہے کہ اس وقت امریکہ اور اس کے بغل بچّہ (ظالم ریاست اسرائیل) کے لئے جمال عبدالناصر کی ذاتِ گرامی دردِ سر اور پریشان کُن بنی ہوئی ہے۔ ان کی صرف ایک ہی خواہش ہے کہ کسی طرح "جمال عبدالناصر" کا وجود ختم ہو جائے۔ کیونکہ اس کے بعد پوری دنیائے عرب میں اس انداز اور دھڑلّے کی مزاحم شخصیّت اور کوئی دکھائی نہیں دیتی ہے۔ اسرائیل کی طرف سے صدر ناصر کے مکان پر حملے کا ناپاک منصوبہ اس مکروہ سلسلہ کی ایک خطرناک کڑی ہے۔

اسرائیلی غنڈوں کی طرف سے مصر کے ننھّے طالب علموں پر وحشیانہ بمباری کا سانحہ چونکہ ہمارے ملک کے نام نہاد اسلامی جماعتوں کے رہنماؤں اور ان کے ہمنوا صالح اخبار نویسوں کی پروپیگنڈا لائن کے خلاف ہے اور اس سانحہ کے خلاف احتجاج کا نقصان چونکہ اسرائیلی غنڈوں اور ان کے پشت پناہ امریکہ کو پہنچے گا اس لئے اس کے خلاف سب چُپ سادھے بیٹھے ہیں اور منقار زیرِ پَر ہیں۔ اور اگر دنیائے عرب میں سے کوئی شخص امریکی مفادات کے تحفّظ کے لئے وہاں کے حکمرانوں سے نبرد آزما ہوتے ہوئے کیفرِ کردار کو پہنچ جائے تو ان حضرات کی رگِ حمیّت پھڑک اٹھتی ہے اور ان کی غیرت فوراً جوش میں آ جاتی ہے۔

سکول کے ننھے طالب علم اور معصوم بچّے تو بلا اختلاف فکر و نظر اور مسلک و مذہب سب کی محبت اور پیار کے مستحق ہوتے ہیں۔ اور دنیا بھر کے انسان خواہ وہ کسی ملک اور خطّہ کے باشندہ ہوں ان پر ظلم و ستم کو کوئی بھی برداشت نہیں کرتا ہے لیکن ہمارے ملک کے ان نام نہاد "اسلام پسند" رہنماؤں کی بے حسی دیکھئے کہ اسرائیل کی بربریّت اور غنڈہ گردی کے خلاف انہیں نہ تو احتجاج کی توفیق ہوئی ہے اور نہ ان مفتیانِ کرام کی رگِ انتقام حرکت میں آئی ہے جو سرمایہ داروں کے آلۂ کار بن کر بزعمِ خویش "جہادِ اکبر" کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

کیا آج اسلام کا یہی تقاضا ہے کہ ایک مسلم آبادی کا شہر "قاہرہ" اسرائیلی یہودیوں کی وحشیانہ بمباری سے کھنڈر بن جائے اور متحدہ عرب جمہوریہ کے صدر جمال عبدالناصر یہودی حملہ آوروں کے ہاتھوں ختم ہو جائیں اور یہ علاقہ موشے دایان کی حکمرانی و سلطنت میں آ جائے ——؟

ایک اور جھوٹی "جسارت"

خدّام الدین کے ایک گذشتہ شمارہ میں اس بات کی وضاحت کی جا چکی ہے کہ ٹوبہ کسان کانفرنس میں ایڈیٹر خدام الدین نے شرکت نہیں کی تھی بلکہ ان تاریخوں میں حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی مدظلہٗ کی خدمت میں حاضر رہا ہوں اور اس روز ہم مردان سے آگے سخاکوٹ کے مقام پر حضرت

ہوئے تھے ... زدوکوب کیا جاتا۔ کسی کو انگاروں ... جاتا۔ کسی کو تپتی ہوئی ریت پہ کھینچا جاتا ... یہ صاحبِ ایمان سختی کے ساتھ اپنے ... قائم تھے اور نہایت پامردی سے مصائب جھیل رہے تھے۔ حضرت

شیخ الہندؒ کے شاگرد رشید حضرت مولانا عزیز گل صاحب مدظلہٗ کی زیارت سے مشرف ہو کر پشاور واپس ہوتے تھے ایسے حالات میں ٹوبہ کانفرنس میں شرکت ممکن ہی نہیں ——— اور اگر کسانوں اور مزدوروں کے اجتماع میں شرکت ہو جاتی تو ہماری نگاہ میں یہ کفر نہیں ہے مزدوروں اور کسانوں کے مسائل میں دلچسپی لینا اور اسلامی زاویۂ نگاہ سے ان کا جائزہ لینا وقت کا اہم تقاضا ہے، اسلام نے اسی کی اہمیت کے پیشِ نظر مزدور کی اجرت اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ لیکن جماعت اسلامی کو مزدوروں اور کسانوں کے نام سے الرجی ہو جاتی ہے۔

جماعت اسلامی کے نئے اخبار "جسارت" نے پہلے اس جھوٹی خبر کی اشاعت کی کہ ایڈیٹر خدام الدین ٹوبہ کانفرنس میں گئے اور تقریر کی۔ خدام الدین میں اس کی تردید ہو گئی۔ لیکن اب جماعت اسلامی کے ترجمان ہفت روزہ ایشیا نے بھی وہی جھوٹ بولا ہے جس کا ارتکاب جسارت نے کیا تھا۔ کذب بیانی، افترا پردازی اور تہمت طرازی ان دنوں جماعتِ اسلامی کے اخبارات و رسائل کا ایک طرۂ امتیاز بن گئی ہے اور صالح ادب کے ان علمبرداروں نے ہر وہ حربہ استعمال کرنا شروع کر دیا ہے جو کمیونسٹوں سے منسوب کیا جاتا تھا۔

غلط فہمی کی بناء پر اگر کوئی بات کہہ دی جائے تو قابل عفو و درگذر ہو سکتی ہے لیکن واضح تردید کے بعد اسے گمراہ کن پروپگنڈے کی لائن بنا لینا اور جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کی کوشش کرنا کس شریعت کی رُو سے جائز ہو سکتا ہے؟ کوئی شریف انسان تو کم از کم یہ طرز عمل اختیار نہیں کر سکتا۔

اگر ٹوبہ کسان کانفرنس میں شرکت بھی کفر ہے تو روزنامہ جسارت، زندگی اور ایشیا کے ان "نام نہاد صالح رپورٹروں" کے بارے میں کیا ارشاد ہے جو اس کانفرنس میں "لال ٹوپیاں" پہن کر آنکھوں دیکھا حال ملاحظہ کر کے جھوٹ کے پلندے تیار کر رہے تھے اور اگر کسی مخالف سے ملاقات ہی حرام ہے تو لاہور کے گورنمنٹ ہاؤس میں مودودی صاحب اور بھٹو صاحب کی ملاقات اور باہمگر گرمجوشانہ مصافحے کے بارے میں کیا حکم ہے۔ جس کی تصویر روزنامہ مشرق لاہور نے شائع کی ہے اور مودودی صاحب کی نیشنل عوامی پارٹی کے سربراہ جناب محمود علی قصوری سے اچھرہ کے مرکزی دفتر جماعت اسلامی میں ان ملاقاتوں کی حیثیت کیا ہے جس کی روداد اور تصاویر ہفت روزہ چٹان نے شائع کی تھیں۔

غریبوں کی جھونپڑیوں پر خشت باری کرنے سے پہلے اپنے محل کے شیشے بھی دیکھ لینے چاہئیں۔ خدام الدین کا بار بار نام لے کر پروپگنڈے کا مقصد یہ ہے کہ انجمن خدام الدین اس کے ترجمان اور جانشین شیخ التفسیر مولانا عبیداللہ انور کو بدنام کر کے ملک میں ان کی عظمت، شہرت اور مقبولیت کو کم کیا جائے۔ لیکن ؎

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لئے بس اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر سُنی سنائی بات کو بلا تحقیق بیان کرنا شروع کر دے۔

چنانچہ آج یہ فیشن بن گیا ہے کہ .... متعلقہ شخص سے تصدیق کئے بغیر اس کے خلاف پروپگنڈے کی مشینری خوب تیز کر دی جاتی ہے۔ جیسا کہ لاہور کے ایک صحافی نے ملتان میں اپنی تقریر میں کہا کہ مفتی محمود صاحب نے مجھے "شیطان" کہا ہے ——— مفتی محمود صاحب ملتان ہی میں ہوتے ہیں کوئی صاحب ان سے ٹیلیفون پر ہی دریافت کر سکتے تھے کہ اس الزام میں کہاں تک صداقت ہے۔ لیکن جب گھر میں بیٹھ کر ہی فیصلہ کر لیا جاتے کہ ہر جائز و ناجائز طریق سے ان علماء کرام اور صحیح اسلام کی دعوت دینے والے بزرگوں کی توہین و تذلیل کر کے غیروں کی خوشنودی کا سامان ضرور فراہم کرنا ہی ہے تو تحقیق الزام کی زحمت کون گوارا کرے؟

یاد رکھو! دنیا بھر کے کذّاب اور دجّال اگر دجل و تلبیس کے تمام حربے استعمال کر لیں اور اپنی زندگیاں اسی میں کھپا دیں جب بھی وہ اسلام کی صداقت و عظمت کو ذرہ برابر بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

اَلْحَقُّ یَعْلُوْا وَلَا یُعْلٰی۔

بقیہ: سیّد اسعد مدنی

رات کی تاریکی میں پلیٹ فارموں پر کچھ سفید ریش بزرگ اور نیک صورت لوگ اپنے ہاتھوں میں پھولوں کے ہار اور لالٹینیں لیے کھڑے تھے اور جونہی گاڑی انکے پاس سے گزرتی۔ حضرت مدنی زندہ باد" کے نعرے لگا کر خوش آمدید کہتے اور گاڑی کو سلام کرتے۔

صبح ۵ بجے جب حضرت مولانا سید اسعد مدنی روہڑی جنکشن پر پہنچے تو سکھر اور شکار پور تک کے لوگ استقبال کے لیے پہنچے ہوئے تھے۔

جب خیبرمیل صادق آباد پہنچی تو پلیٹ فارم "حضرت مدنی زندہ باد" کے نعروں سے گونج اٹھا۔ اسٹیشن سے بذریعہ کار سردار امیرعالم خاں لغاری صاحب کی رہائش گاہ اجمل باغ رحیم آباد گئے۔ لغاری صاحب نے اس علاقہ کے اصحاب دین و دانش، معروف علماء کرام، مختلف دینی جماعتوں کے ممتاز رہنماؤں اور مدارس اسلامیہ کے سربراہوں کو دعوت دے رکھی تھی۔

لغاری صاحب چونکہ عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق جدید طرز پر اسلامی تعلیم و تبلیغ کے زبردست داعی رہے ہیں اور اپنی مثالی رہائش گاہ کے ساتھ انھوں نے مثالی تعلیم گاہ کا بھی انتظام کر رکھا ہے۔ اسی لیے زیادہ عرصہ ملّت اسلامیہ کی سربلندی کے لیے تعمیری مسائل ہی موضوع گفتگو بنے رہے۔

لغاری صاحب کے ہاں دوپہر کے کھانے سے فراغت پاکر مولانا سید اسعد مدنی آدھ گھنٹہ کے لیے میرے شاہ کے مدرسہ خدام القرآن میں بھی تشریف لے گئے۔ صادق آباد سے چند میل کے فاصلہ پر دیہاتی ماحول میں قرآنی تعلیم کے مثالی ادارے کا وجود اہل علاقہ کا ایک عظیم دینی کارنامہ ہے! مدرسہ کا معائنہ کر کے، مولانا سید اسعد مدنی بذریعہ کار دین پورؒ کے لیے روانہ ہوگئے۔ کار سردار امیر عالم خاں صاحب لغاری خود چلا رہے تھے۔

(باقی آئندہ شمارے میں)

مجاہد الحسینی (قسط ۲)

مولانا سیّد اسعد مدنی کے ساتھ چند روز

ایک سفرنامہ — ایک تاریخی سرگزشت

کراچی میں مولانا سید اسعد مدنی کی تشریف آوری اور وہاں کے روزانہ مشاغل کے متعلق ضروری معلومات سے سردار امیر عالم خاں لغاری صاحب اپنے تمام احباب اور ملک کے جلیل القدر علماء کرام کو مطلع فرما رہے تھے۔

لاہور میں ان کا رابطہ جامعہ مدنیہ کریم پارک کے مہتمم اور حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مولانا سید حامد میاں صاحب کے ساتھ تھا۔ آپ کو حسب پروگرام ٹیلیفون پر اطلاع ملی کہ مولانا سید اسعد مدنی صاحب کراچی سے فارغ ہوکر صادق آباد کے لیے روانہ ہورہے ہیں اور وہاں سے دین پور شریف حاضری کا ارادہ ہے۔

یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ اس روز مخدوم العلماء حضرت مولانا سید عبدالہادی دین پوری مدظلہ بغرض علاج ملتان سے لاہور تشریف لاچکے تھے۔ آپ کو مولانا سید اسعد مدنی کے پروگرام کا علم ہوا۔ تو مولانا عبیداللہ صاحب انور کو ساتھ لے کر مولانا سید حامد میاں صاحب سے ملاقات کے لیے جامعہ مدنیہ تشریف لے گئے راستہ میں مولانا عبیداللہ انور صاحب سے باربار فرماتے رہے کہ دین پور کے لیے مولانا مدنی صاحب کا زیادہ سے زیادہ وقت لیا جائے اور آپ مولانا سید حامد میاں صاحب کی خدمت میں میری طرف سے پرزور سفارش کریں کہ دین پور شریف کے لیے کافی وقت فرصت نکالا جائے۔

جب مولانا سید حامد میاں صاحب سے ان حضرات کی ملاقات ہوئی تو مولانا حامد میاں نے لغاری صاحب کے ٹیلیفون کا ذکر کیا کہ حضرت مدنی ۱۸ر مارچ کو خیبر میل کے ذریعے کراچی سے روانہ ہورہے ہیں اور صادق آباد سے ہوتے ہوئے ۱۹ر مارچ کو انشاء اللہ دین پور پہنچ رہے ہیں۔ یہ پروگرام سنتے ہی حضرت مولانا سید عبدالہادی دین پوری مدظلہ العالی پر وجد و کیف سا طاری ہوگیا اور فرمانے لگے "خداوندا" میرے جسم میں پر لگادے اور میں اڑ کر دین پور پہنچ جاؤں۔ اپنے ہاتھ سے گلیوں کو جھاڑو دوں، انھیں خوب صاف ستھرا بناؤں اور جن راستوں پر شیخ مدنی رح کے فرزندِ رشید گذریں وہاں اپنی پلکیں بچھاؤں مولانا عبیداللہ انور صاحب نے عرض کی حضرت ابھی اس پروگرام میں کافی دن باقی ہیں۔ آپ پورے اطمینان کے ساتھ اپنا علاج کرائیں۔ چند روز لاہور میں قیام کرکے ہمیں بھی اپنی زیارت سے مشرف فرماتے رہیں اور اپنے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہونے کی سعادت بخشتے رہیں حضرت دین پوری نے جواباً فرمایا۔ بس میری تکلیف رفع ہوگئی۔ حضرت شیخ مدنی کی یاد تازہ ہوگئی میرے لیے سکون و طمانیت اور راحت کا سامان میسر آگیا۔

حضرت دین پوری نے جامعہ مدنیہ میں چند لمحے قیام کرکے فوراً واپسی کا پروگرام بنالیا۔ آپ چونکہ ملتان سے بذریعہ کار لاہور تشریف لائے تھے۔ مولانا سید اسعد مدنی کے استقبال کے لیے اسی ذریعہ کے ساتھ آپ ملتان کے راستے دین پور شریف روانہ ہوگئے۔

کراچی سے مولانا مدنی کی روانگی

۱۸ر مارچ کی شام مولانا سید اسعد مدنی کراچی سے صادق آباد کے لیے روانہ ہوئے تو ریلوے اسٹیشن پر آپکے سینکڑوں معتقدین، جلیل القدر علماء کرام دینی جماعتوں کے ممتاز رہنماؤں اور تاجر حضرات نے الوداع کہا۔

خیبر میل کے ذریعہ مولانا مدنی کے سفر کی اطلاع چونکہ مختلف شہروں کے علماء کرام اور مدارس عربیہ کے مہتمم حضرات کو پہلے ہی مل چکی تھی۔ اس لیے ہر بڑے اسٹیشن پر حضرت مدنی کی ملاقات و زیارت سے مشرف ہونے والوں کا بے پناہ ہجوم ہوتا۔ حیدرآباد ریلوے اسٹیشن پر مقامی علماء کرام کے ساتھ پاکستان کے نامور مناظر اسلام اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے ممتاز راہنما مولانا لال حسین اختر صاحب بھی ملاقات کے لیے آئے جو اس روز اتفاقاً اپنے تبلیغی دورہ پر حیدرآباد میں موجود تھے۔ مولانا مدنی نے مولانا لال حسین اختر صاحب کی ان خدمات کی تحسین کی جو آپ عقیدۂ ختم نبوۃ کے تحفظ کے سلسلے میں انجام دے رہے ہیں آپ نے انگلستان کے حالیہ تبلیغی مشن کی کامیابی پر مولانا کو مبارکباد پیش کی۔

حیدر آباد کے بعد اگرچہ رات کافی گزر رہی تھی۔ بایں ہمہ مختلف سٹیشنوں پر شمع مدنی کے جاں نثار پروانے موجود تھے۔ کیونکہ وہ کئی برس کی جدائی کے بعد اپنے شیخ و مرشد کے فرزندِ رشید مولانا سید اسعد مدنی کے چہرہ کو دیکھ کر اپنی روحانی پیاس بجھانا چاہتے تھے۔ بعض ریلوے اسٹیشن ایسے بھی گزرے جہاں خیبر میل کا اگرچہ سٹاپ نہیں تھا۔ لیکن

(باقی ص ۱۴ پر)

مولانا سیّد اسعد مدنی

محمود عارف

اسعد مدنی، حسینؒ احمد کے فرزندِ رشید
اسم ان کا بامسمّٰی کام اُن کا بے نظیر

★

جانشینِ شیخِ علم، عارفِ کامل ہیں یہ
مقتدائے اہلِ دل، اربابِ دانش کے امیر

★

پیکرِ اخلاص و اُلفت جامعِ صدق و صفا
دین و دانش کا مرقع، علم و حکمت کے سفیر

★

سیّد کونین سے بھی ہے انھیں نسبت قوی
فیضِ کامل نے بنایا ہے انھیں روشن ضمیر

★

یاخدا میخانۂ حضرت سدا قائم رہے
ساغرِ عرفانِ حق چلتا رہے یاں بے نظیر

★

اسعد مدنی سے ہوں راضی خداوند کریم
جان و دل سے ہے دُعاگو ان کا یہ ادنیٰ فقیر

مجلس ذکر

"نماز مومن کی معراج ہے"

حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم ——— مرتبہ: محمد عثمان غنی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی : اَمَّا بَعْدُ:
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ : بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ :-

حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی ۗ وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ ۝
(البقرہ ع ۲۳۸)

ترجمہ: سب نمازوں کی حفاظت کیا کرو اور (خاص کر) درمیانی نماز کی۔ اور اللہ کے لئے ادب سے کھڑے رہا کرو۔

نماز مساوات کا درس دیتی ہے

آج موضوع درحقیقت نماز ہی کا بن گیا ہے۔ کسی بھائی نے سوال کیا ہے کہ جب اللہ تعالٰے نے فرمایا۔ ہر نماز کی پابندی کرو اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ بالخصوص درمیانی نماز کی۔ تو پھر اس کی خاص طور پر پابندی کے لئے کیوں کہا؟ مفسّرین نے لکھا ہے کہ بعض نمازیں محلِ ختم ہیں۔ دنیا میں انسان کام میں مصروف ہوتا ہے خود اللہ تعالٰے نے ان کی رعایت رکھی ہے کیونکہ انسان کی فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ جلبِ منفعت اور رزقِ حلال تلاش کرکے ہی اس کا مسئلہ حل نہیں ہو جاتا اُسے پیٹ تک پہنچانے کے لئے ہزاروں وسائل درمیان میں ہیں، ان سب کے ہوتے ہوئے اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کا حکم ہے۔ دنیا کے ہر مذہب میں احبار و رہبان، علماء و صوفیاء اہل اللہ کا ایک گروہ الگ ہے اور عوام کا الگ ہے، اسلام نے ان چیزوں کو مٹا کر سب کو مساوات پر قائم کر دیا۔ یعنی وہی روزے نبیوں پر فرض ہیں، وہی خلفاء راشدین پر، وہی بڑے بڑے اولیاء اللہ پر، اور وہی روزے پہلوان پر، وہی دکاندار پر اور وہی ایک کاروباری انسان پر فرض ہیں۔ اسلام کے بنیادی احکام و فرائض میں کسی کو چھوٹی نہیں زیادتی کا حق ہے، کمی کی اجازت نہیں۔ نبی کے لئے یہ نہیں ہے کہ پانچ کی بجائے چھ نمازیں فرض ہوں، فرض تو پانچ ہیں، یہ الگ بات ہے کہ وہ عادتاً سات پڑھتے ہیں یا زیادہ پڑھتے ہیں۔ اسی طرح یہ نہیں ہے کہ طاقتوروں پر تو تیس روزے فرض ہوں اور کمزوروں پر بیس ہوں احکام سب کے لئے یکساں ہیں۔

دل کی آنکھوں کی بینائی

اسلام میں کلمہ طیبہ کے بعد ارشادِ گرامی ہے مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَدَخَلَ الْجَنَّۃَ ط کہ جس نے سچے دل سے کلمہ پڑھا وہ جنّت میں داخل ہوگا۔ تصدیقِ قلب ہی اصل بنیاد ہے ایمان کی، زبانی جمع خرچ کی اتنی اہمیّت نہیں ہے۔ زبانی جمع خرچ منافقین بہت کرتے تھے۔ اللہ تعالٰی دلوں کے راز سے واقف ہیں۔ اللہ دل کے اندھے کو اندھا کہتے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے —— اللہ تعالٰے نے قومِ نوحؑ کو قوم عمین کہا اندھی قوم، یہ نہیں کہ وہ لوگ پیشانی کی آنکھوں سے محروم تھے بلکہ دل کی آنکھوں سے محروم تھے۔ دل کی آنکھیں روشن ہوں تو ان ظاہری آنکھوں کی کوئی حقیقت نہیں ہے یہ آنکھیں تو مٹ جانے والی ہیں۔ روح ہی وہاں جاتی ہے، روح بینا ہونی چاہئے۔ اللہ تعالٰے ہمیں اسی مقصد کے لئے یہاں جمع کرتے ہیں۔ اللہ تعالٰی اگر ہمیں تکمیل تک پہنچا دیں تو انشاء اللہ زندگی کا اصل مقصد پورا ہو گیا۔

ہر نماز صلوٰۃِ وسطٰی ہے

کلمہ طیّبہ کے بعد نماز اسلام کا اصل جوہر ہے، روح ہے۔ مسلمان کی جان ہے۔ مومن و کافر کے درمیان حدِ فاصل اور ممتاز کرنے والی ہے۔ دکھ اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہی چیز مسلمانوں نے ترک کر دی ہے۔ عیدین کے لئے چلے چلیں گے لیکن پنجوقتہ نماز کی توفیق نہیں ہے۔ نفلی عبادت کے لئے توفیق ہے مگر فرض عبادت کے قریب مسلمان نہیں پھٹکتا۔ یہ کتنی افسوسناک بات ہے۔ جس طرح کسی کا قرض دینا ہو تو وہ باز پرس کرنے پر مجبور ہے۔ اسی طرح اللہ تعالٰی کے ہاں ہمارے لئے ایک ایک نماز قرض ہے

بہرحال کسی بھائی کا سادہ سا سوال تھا کہ ہر نماز کی پابندی ہے تو بالخصوص صلوٰۃِ وسطٰی کی کیوں تاکید فرمائی گئی — اکابرین فرماتے ہیں کہ اس سے عصر کی نماز مراد لی جانی چاہئے کیونکہ عصر کے وقت لوگ زندگی کے مشاغل ختم کرتے ہیں، آرام کی طرف متوجّہ ہوتے ہیں۔ بازاروں میں کاروبار بند کرتے ہیں۔ دن کی روشنی ختم ہونے کے قریب ہوتی ہے، آرام کا، خورد و نوش کا اور گھر جانے کا وقت قریب ہوتا ہے۔ چل چلاؤ ہیں، کھیل کود ہیں، افراتفری میں وقت گذر جاتا ہے۔ لیکن غور کیجئے، چونکہ نمازیں پانچ ہیں تو کوئی سی بھی دو نمازیں آگے پیچھے لگا لیں تو ہر نماز وسطٰی بن جاتی ہے اس لئے ساری ہی نمازیں تاکیداً بحفاظت اور بالالتزام پڑھنے کا حکم ہو گیا، کسی کی عصر کی نماز وسطٰی ہو گی، کسی کی مغرب کی ہو سکتی ہے۔ ہر ملک کے اوقات الگ الگ ہیں، جغرافیائی حالات الگ الگ ہیں۔

نماز سب سے بڑا خدائی تحفہ ہے

نماز کے متعلق تو اتنا سخت حکم ہے کہ مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ کَفَرَ ط ایک نماز بھی عمداً چھوڑنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔

(باقی صــ ۱۶ پر)

عصمتِ انبیاء علیہم السلام اور حرمتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

ایک حقیقت پسندانہ علمی تجزیہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری مدظلہ

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خاتم النبیین ہوئے اور منصب رسالت و نبوت کی سیادتِ کبریٰ سے مشرف ہوئے اور آپ، کی شریعت کو آخری شریعت اور قیامت تک آنے والی تمام قوموں اور نسلوں کے لیے آخری قانون بنایا گیا تو اس کے لیے دو چیزوں کی ضرورت تھی۔ ایک یہ کہ یہ آسمانی قانون قیامت تک جوں کا توں محفوظ رہے۔ ہر قسم کی تحریف و تبدیل سے اس کی حفاظت کی جائے۔ الفاظ کی بھی اور معانی کی بھی۔ کیونکہ اگر الفاظ کی حفاظت ہو اور معانی کی حفاظت نہ ہو تو یہ حفاظت بالکل بے معنی ہے۔ دوم یہ کہ جس طرح علمی حفاظت ہو اسی طرح عملی، حفاظت بھی ہو۔ اسلام محض چند اصول و نظریات اور علوم و افکار کا مجموعہ نہیں۔ بلکہ وہ اپنے جلو میں ایک نظامِ عمل لے کر چلتا ہے۔ وہ جہاں زندگی کے ہر شعبہ میں اصول و قواعد پیش کرتا ہے وہاں ایک ایک جزئیہ کی عملی تشکیل بھی کرتا ہے اس لیے یہ ضروری تھا کہ شریعتِ محمدیہ (علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ وسلام)، کی علمی و عملی دونوں پہلوؤں سے حفاظت کی جائے اور قیامت تک ایک ایسی جماعت کا سلسلہ قائم رہے جو شریعت مطہرہ کے علم و عمل کی حامل و امین ہو۔ حق تعالےٰ نے دین محمدی کی دونوں طرح حفاظت فرمائی، علمی بھی اور عملی بھی۔

حفاظت کے ذرائع میں صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین)، کی جماعت سرفہرست ہے۔ ان حضرات نے براہِ راست صاحب وحی صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کو سمجھا، دین پر عمل کیا اور اپنے بعد آنے والی نسل تک دین کو من وعن پہنچایا انھوں نے آپ کے زیرِ تربیت رہ کر اخلاق و اعمال کو ٹھیک ٹھیک منشائے خداوندی کے مطابق درست کیا۔ سیرت و کردار کی پاکیزگی حاصل کی۔ تمام باطل نظریات سے کنارہ کش ہوکر، عقائدِ حقہ، اختیار کیئے۔ رضائے الٰہی کے لیے اپنا سب کچھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر نچھاور کردیا۔ ان کے کسی طرزِ عمل میں ذرا خامی نظر آئی تو فوراً حق جل مجدہ نے اسکی اصلاح فرمائی۔ الغرض حضرات صحابہ کرامؓ کی جماعت اس پوری کائنات میں وہ خوش قسمت جماعت ہے۔ جن کی تعلیم و تربیت اور تصفیہ و تزکیہ کے لیے سرورِ کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلم و مزکیّ اور استاذ و اتالیق مقرر کیا گیا۔ اس انعام خداوندی پر وہ جتنا شکر کریں کم ہے۔ جتنا فخر کریں بجا ہے

لقد من اللّٰہ علی المؤمنین اذ بعث
فیہم رسولاً من انفسہم یتلوا علیہم
آیتہ ویزکیہم ویعلمہم الکتب
والحکمۃ وان کانوا من قبل
لفی ضلل مبین (آل عمران ع ۱۷)

ترجمہ: سچ‌مچ بڑا احسان فرمایا۔ اللہ نے مومنین پر کہ بھیجا ان میں ایک عظیم الشان رسول ان ہی میں سے، وہ پڑھتا ہے ان کے سامنے اس کی آیتیں اور پاک کرتا ہے ان کو اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور گہری دانائی، بلاشبہ وہ اس سے، پہلے صریح گمراہی میں تھے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی علمی و عملی میراث اور آسمانی امانت چونکہ ان حضرات کے سپرد کی جارہی تھی۔ اس لیے ضروری تھا۔ یہ حضرات آئندہ نسلوں کے لیے قابلِ اعتماد ہوں چنانچہ قرآن و حدیث میں جا بجا ان کے فضائل و مناقب بیان کئے گئے ہیں۔ چنانچہ:-

الف: وحی خداوندی نے ان کی تعدیل فرمائی ان کا تزکیہ کیا۔ اُنکے اخلاص وللّٰہیت پر شہادت دی اور انھیں یہ رتبۂ بلند ملا کہ انکو رسالت محمدیہ (علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ وسلام) کے عادل گواہوں کی حیثیت سے ساری دنیا کے سامنے پیش کیا۔

محمد رسول اللّٰہ والذین معہ اشدا
علی الکفار رحماً بینہم تراھم
رکعا سجدًا یبتغون فضلا
من اللّٰہ ورضوانا۔ سیماھم فی
وجوھھم من اثر السجود۔ (الفتح ع-۴)

ترجمہ: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور جو ایماندار آپ کے ساتھ ہیں۔ وہ کافروں پر سخت اور آپس میں شفیق ہیں۔ تم ان کو دیکھو گے۔ رکوع، سجدے میں ہیں۔ وہ چاہتے ہیں صرف اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی۔ ان کی علامت ان کے چہروں میں سجدے کا نشان ہے۔

گویا یہاں محمد رسول اللہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں) ایک دعویٰ ہے اور اس کے ثبوت میں حضرات صحابہ کرامؓ کی سیرت و کردار کو پیش کیا گیا ہے کہ جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت میں شک و شبہ ہو اسے آپ کے ساتھیوں کی پاکیزہ زندگی کا ایک نظر مطالعہ کرنے کے بعد خود اپنے ضمیر سے یہ فیصلہ لینا چاہیئے کہ جس کے رفقاء اتنے بلندسیرت اور پاکباز ہوں۔ وہ خود صدق وراستی کے کتنے اونچے مقام پر فائز ہوں گے۔

ع کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کردیا

ب:- حضرات صحابہؓ کے ایمان کو معیارِ حق" قرار دیتے ہوئے نہ صرف لوگوں کو اس کا نمونہ پیش کرنے کی دعوت دی گئی۔ بلکہ ان حضرات کے بارے میں لب کشائی کرنیوالوں پر نفاق و سفاہت کی دائمی مہر ثبت کردی گئی

واذا قیل لھم اٰمنوا کما
اٰمن الناس۔ قالوا انؤمن کما
اٰمن السفہاء۔ الا انھم ھم السفہآ
ولکن لا یعلمون (البقرہ- ع ۲)

ترجمہ: اور جب ان منافقوں سے کہا جائے "تم بھی ایسا ہی ایمان لاؤ جیسا دوسرے لوگ (صحابہ کرامؓ) ایمان لائے ہیں" تو جواب میں کہتے ہیں "کیا ہم ان بے وقوفوں جیسا ایمان لائیں" سن رکھو یہ خود ہی بے وقوف ہیں۔ مگر نہیں جانتے

ج: حضرات صحابۂ کرام کو بار بار "رضی اللّٰہ عنہم ورضوا عنہ" (اللہ ان سے راضی ہُوا، وہ اللہ سے راضی ہوئے)، کی بشارت دی گئی اور امت کے سامنے یہ اس شدت و کثرت سے دہرایا گیا کہ صحابہ کرامؓ کا یہ لقب امت کا تکیہ کلام بن گیا۔ کسی نبی کا اسمِ گرامی آپ "علیہ السلامؑ" کے بغیر نہیں لے سکتے اور کسی

صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی رضی اللہ عنہ کے بغیر مسلمان کی زبان پر جاری نہیں ہوسکتا ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ظاہر کو دیکھ کر راضی نہیں ہوا۔ نہ صرف ان کے موجودہ کارناموں کو دیکھ کر بلکہ ان کے ظاہر وباطن اور حال و مستقبل کو دیکھ ان سے راضی ہوا ہے۔ یہ گویا اس بات کی نشانی ہے کہ آخر دم تک ان سے رضائے الٰہی کے خلاف کچھ صادر نہیں ہوگا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جس سے خدا راضی ہوجائے۔ خدا کے بندوں کو بھی اس سے راضی ہوجانا چاہیے کسی اور کے بارے میں توظن و تخمین ہی سے کہا جاسکتا ہے کہ خدا اس سے راضی ہے یا نہیں؟ مگر صحابہ کرام کے بارے میں تو نص قطعی موجود ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی ان سے راضی نہیں ہوتا۔ تو گویا اسے اللہ تعالیٰ سے اختلاف ہے اور پھر صرف اتنی بات کو کافی نہیں سمجھا گیا۔ "اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا" بلکہ اسی کے ساتھ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ یہ ان حضرات کی عزت افزائی کی انتہا ہے۔

د: حضرات صحابہ کرامؓ کے مسلک کو "معیاری راستہ" قرار دیتے ہوئے اس کی مخالفت کو براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کے ہم معنی قرار دیا گیا۔ اور ان کی مخالفت کرنے والوں کو وعید سنائی گئی۔

ومن یشاقق الرسول من بعد ما
تبین له الهدی ویتبع غیر
سبیل المؤمنین نوله ماتولی

(الآیۃ (النساء ع ۱۷)

(ترجمہ) اور جو شخص مخالفت کرے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
جب کہ اس کے سامنے ہدایت
کھل چکی اور چلے مومنوں کی راہ چھوڑ
کر، ہم اسے پھیر دینگے۔ جس
طرف پھرتا ہے۔

آیت میں "المؤمنین" کا اولین مصداق اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس جماعت ہے۔ رضی اللہ عنہم اس سے واضح ہوتا ہے۔ کہ اتباع نبوی کی صحیح شکل صحابہ کرامؓ کے سیرت و کردار اور ان کے اخلاق و اعمال کی پیروی میں منحصر ہے اور یہ جب ہی ممکن ہے جب کہ صحابہ رضؓ کی سیرت کو اسلام کے اعلیٰ معیار پر تسلیم کیا جائے۔

ھ: اور سب سے آخری بات یہ کہ انھیں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سایۂ عاطفت میں آخرت کی ہر عزت سے سرفراز کرنے اور ہر ذلت و رسوائی سے محفوظ رکھنے کا اعلان فرمایا گیا۔

یوم لا یخزی اللہ النبی والذین
آمنوا معه نورهم یسعی بین
ایدیهم و بایمانهم۔

(ترجمہ) جس دن رسوا نہیں کریگا۔
اللہ تعالیٰ نبی کو اور جو مومن ہوئے
آپؐ کے ساتھ۔ ان کا نور دوڑتا
ہوگا۔ ان کے آگے اور ان کے،
داہنے۔

اس قسم کی بیسیوں نہیں سینکڑوں آیات ہیں صحابہ کرام کے فضائل و مناقب مختلف عنوانات سے بیان فرمائے گئے ہیں۔ اور اس سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ دین کے سلسلہ سند کی یہ پہلی کڑی اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ حضرات کی جماعت معاذاللہ، ناقابلِ اعتماد ثابت ہو۔ ان کے اعمال و اخلاق میں خرابی نکالی جائے اور ان کے بارے میں یہ فرض کرلیا جائے وہ یہ کہ دین کی عملی وعلمی تدبیر نہیں کرسکے تو دین اسلام کا سارا ڈھانچہ ہل جاتا ہے اور خاکم بدہن — رسالتِ محمدیہ مجروح ہوجاتی ہے۔ دنیا کا ایک معروف قاعدہ ہے کہ اگر کسی خبر کو رد کرنا ہو تو اس کے راویوں کو جرح و قدح کا نشانہ بناؤ۔ ان کی سیرت و کردار کو ملوث کرو اور ان کی ثقاہت و عدالت کو مشکوک ثابت کرو۔ صحابہ کرام چونکہ دینِ محمدی کے سب سے پہلے راوی ہیں۔ اس لیے چالاک فتنہ پردازوں نے جب دینِ اسلام کے خلاف سازش کی اور دین سے لوگوں کو بدظن کرنا چاہا تو انکا سب سے پہلا ہدف صحابہ کرام تھے چنانچہ تمام فرق باطلہ اپنے نظریاتی اختلاف کے باوجود جماعت صحابہ کو ہدف تنقید بنانے میں متفق نظر آتے ہیں۔ ان کی سیرت و کردار کو داغدار بنانے اور ان کی شخصیت کو نہایت گھناؤنے رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی۔ ان کے اخلاق و اعمال پر تنقیدیں کی گئیں۔ ان پر مال و جاہ کی حرص میں احکامِ خداوندی سے پہلو تہی کرنے کے الزامات دھرے گئے۔ ان پر خیانت، غصب اور کنبہ پروری اقربا نوازی کی تہمتیں لگائی گئیں۔ اور غلو و انتہا پسندی کی حد ہے کہ جن پاکیزہ ہستیوں کے ایمان کو حق تعالےٰ نے "معیار" قرار دے کر ان جیسا ایمان لانے کی لوگوں کو دعوت دی تھی۔ (امنوا کما امن الناس ان ہی کے ایمان و کفر کا مسئلہ زیر بحث لایا گیا۔ اور تکفیر و تفسیق تک نوبت پہنچا دی گئی۔ جن جانبازوں نے دینِ اسلام کو اپنے خون سے سیراب کیا تھا۔ ان ہی کے بارے میں چیخ چیخ کر کہا جانے لگا کہ وہ اسلام کے اعلیٰ معیار پر قائم نہیں رہے تھے۔ جن مردانِ خدا کے صدق و امانت کی خدا تعالےٰ نے گواہی دی تھی۔

رجال صدقوا ما عاهدوا اللہ علیه
فمنهم من قضی نحبه ومنهم
من ینتظر۔ وما بدلوا تبدیلا۔

(ترجمہ) یہ وہ "مرد" ہیں جنھوں نے سچ کر
دکھایا جو عہد انھوں نے اللہ سے
باندھا۔ بعض نے تو جانِ عزیز تک
اسی راستہ میں دے دی اور بعض
(ابھی جیتے ہیں)، اس کے منتظر ہیں
اور ان کے عزم و استقلال میں
ذرا تبدیلی نہیں ہوئی۔

ان ہی کے حق میں بتایا جانے لگا۔ کہ نہ وہ صدق و امانت سے موصوف تھے۔ نہ اخلاص و ایمان کی دولت انھیں نصیب تھی۔ جن مخلصوں نے اپنے بیوی بچوں کو، اپنے گھر بار کو، اپنے عزیز و اقارب کو، اپنے دوست احباب کو، اپنی ہر لذت و آسائش کو، اپنے جذبات و خواہشات کو اللہ تعالےٰ کی رضا کے لیے۔ اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر قربان کردیا تھا۔ ان ہی کو یہ طعنہ دیا گیا کہ وہ محض حرص و ہوا کے غلام تھے اور اپنے مفاد کے مقابلے میں خدا و رسول کے احکام کی انھیں کوئی پروا نہیں تھی — لقد جئتم شیئًا ادًّا۔

ظاہر ہے اگر امت کا معدہ ان بے ہودہ نظریات کی مردہ مکھی کو قبول کرلیتا اور ایک بار بھی صحابہ کرامؓ امت کی عدالت میں مجروح قرار پاتے تو دین کی پوری عمارت گر جاتی۔ قرآنِ کریم اور احادیثِ نبویہ سے امان اٹھ جاتا اور یہ دین جو قیامت تک رہنے کے لیے آیا تھا۔ ایک قدم آگے نہ چل سکتا۔ مگر یہ سارے فتنے جو بعد میں پیدا ہونے والے تھے۔ علمِ الٰہی سے اوجھل نہیں تھے۔ اس کا اعلان تھا۔

واللہ متم نورہ ولو کرہ الکفرون

اور اللہ اپنا نور پورا کرکے رہے
گا۔ خواہ کافروں کو کتنا ناگوار
ہو۔"

یہی وجہ ہے کہ حق تعالےٰ نے بار بار مختلف پہلوؤں سے صحابہ کرام کا تزکیہ فرمایا۔ انکی توثیق و تعدیل فرمائی۔ (باقی اگلے شمارہ میں)

ملک غلام حید رجنرل سیکرٹری اسلامی سوسائٹی بہاولپور

مسلمانوں کے فنی کارناموں کا تحقیقی جائزہ

مسلمان ○ سائنس ○ ٹیکنالوجی

ہم اپنی روز مرّہ زندگی میں بہت سے قدرتی مظاہر کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ مثلاً سورج کا طلوع اور غروب ہونا، آندھی، بادل، بارش بجلی کی چمک، اور کڑک اور زلزلہ وغیرہ۔ ان قدرتی مظاہر کے مطالعہ سے جو صدیوں سے جاری ہے انسان نے جو مفید علم حاصل کیا ہے۔ اسے سائنس کہتے ہیں۔ سائنس میں متعدد قوانین اور نظریے بیان کئے جاتے ہیں جہاں تک ٹیکنالوجی کا تعلق ہے سائنس کے ان نظریات اور قوانین وغیرہ کو عملی جامہ پہنانا اسی کا کام ہے۔ گویا کہ سائنسی علوم سے، مفید کام لینے کے طریقے کو ٹیکنالوجی کا لقب دیا گیا ہے۔

اسلام ایک ضابطۂ حیات ہے جوکہ زندگی کے تمام شعبہ جات پر چھایا ہوا ہے اسمیں تمام علوم یکجا ہیں اور دُوسرے الفاظ میں یہ تمام علوم کی تشریح ہے۔ اسلام کی تعلیم نظری سے زیادہ عملی ہے۔ اس لیے مسلمانوں کا رجحان ان علوم کی طرف زیادہ تھا۔ جن کا تعلق عمل و مشاہدہ سے تھا۔ چنانچہ انھوں نے تاریخ، جغرافیہ، طب ہیئت، حساب ہندسہ اور طبیعیات و کیمیا کی طرف زیادہ توجہ دی اور ان میں اپنے مشاہدات و تجربات سے نئے اکتشافات اور ایجادات کیئے۔ جن پر آئندہ چل کر جدید علوم کی عمارت قائم ہوئی اور سائنس کی ترقی کی بنیاد پڑی۔ مختلف علوم و فنون سے متعلق بہت سے ایجادات و اکتشافات جو آج یورپ کی جانب منسوب ہیں۔ در حقیقت صدیوں پہلے مسلمان کرچکے تھے جنکے متعلق بعض مشہور یورپین فضلا و مصنفین نے اپنے اپنے بیانات میں صاف صاف اقرار کیا ہے۔ اور مسلمانوں کی اِس جدّوجہد اور عملی سرگرمیوں کا دنیا کو احسانمند، بتلایا ہے۔ مشہور مفکر جان ولیم ڈریپر اپنی کتاب "یورپ کی ذہنی ترقی" میں رقم طراز ہے:۔

"میں اس امر پر افسوس کا اظہار کرتا ہوں کہ مغرب کے ارباب علم نے منظم اور مسلسل سعی کی ہے کہ مغرب پر مسلمانوں کے علمی احسانات کو نظر انداز کردیا جائے مگر ہم ان حقائق کو زیادہ دیر تک نہیں چھپا سکتے۔ مذہبی اور قومی تعصب کی بنیاد پر آپ ہمیشہ نا انصافی نہیں کرسکتے۔ عربوں نے مغرب کو ذہنی طور پر متاثر کیا ہے عربوں کے کارنامے تو آسمان پر ستاروں کی طرح درخشاں ہیں"

مغرب میں راجر بیکن کو سائنس کا بانی سمجھا جاتا ہے۔ راجربیکن نے استقرائی طریق پیش کیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ راجربیکن نے سب سے پہلے اس امر کا اظہار کیا کہ فطرت کے مطالعے کے لیے جزئی امُور سے کلی امور کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ بیکن نے اس کو جدید طریق کار قرار دیا۔ اسی کو تجربی طریق کار اور سائنٹفک میتھڈ کا نام دیا جاتا ہے۔ اور اُس نے جدید انکشافات کے دروازے کھول دیئے۔

ہم علوم و فنون کی تاریخ کا وسعتِ نظر سے جائزہ لیں۔ تو یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے۔ کہ سائنس کا بانی راجر بیکن نہیں بلکہ مسلمان تھے۔ راجربیکن سے صدیوں قبل مسلمان سائنس کی بنیاد رکھ چکے تھے۔ راجربیکن نے مسلمانوں سے استفادہ کیا۔ راجربیکن نے مسلمان سائنسدانوں اور مفکرین کی کتابوں کا مطالعہ کیا تھا۔ راجربیکن کے دَور میں مسلمانوں کا سکہ رواں دواں تھا۔ ایک سائنسدان کی حیثیت سے اسکا یہ فرض تھا کہ وہ مسلمانوں کے علمی کمالات کا اعتراف کرتا۔ اور اس حقیقت کو بیان کرتا کہ اس نے مسلمانوں کی علمی مساعی سے استفادہ کیا ہے۔ راجر بیکن اس معیار پر نہ اُترا۔ اس نے مسلمانوں کے علمی، کارناموں کو اپنی جانب منسوب کرلیا۔ اب صدیوں کے بعد یہ حقیقت آشکارا ہورہی ہے کہ سائنس کی تدوین راجربیکن کی نہیں۔ بلکہ مسلمانوں کی مساعیٔ جمیلہ کی رہینِ منت ہے۔

سائنس کی تعریف برطانوی دائرۃ المعارف میں اس طرح کی گئی ہے کہ سائنس وسیع معنوں میں علم کے مترادف ہے اور محدُود معنوں میں مظاہر قدرت کا مرتب شدہ علم ہے۔ لیکن ان برطانوی سائنسدانوں سے صدیوں قبل اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک نازل کرکے مسلمانوں کو کائنات کے ذرّے ذرّے پر غور و غوض کرنے کا حکم فرمایا۔ تو اس صُورت میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حقیقت میں اسلام نے آج سے چودہ سو سال قبل سائنس اور ٹیکنالوجی کی بُنیاد رکھی۔

اسلام کا دورِ علم و اقبال آیا تو پوری دنیا کو فتح و کامرانی سے روشناس کیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم علم و حکمت کے شائق اور تجربہ و مشاہدہ کے بڑے قائل تھے۔ طب کے دائرہ میں آپ کے ارشادات بڑے حقیقت افروز اور موجودہ سائنس کے مطابق ہیں۔ حضورِاکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ علاج کا حق تعلیم یافتہ اور اہلِ معالج کو ہے۔ آپ نے اپنی تعلیمات حق سے مسلمانوں کے اندر علمی تحقیق کا جذبہ بیدار کیا۔ اور یُوں یہ جذبہ سائنس کے حق میں بھی مفید ثابت ہوا

مسلمانوں کی علمی ترقی کے تین دور ہیں

پہلے دَور کی ابتدا ۷۰ھ سے ہوتی ہے۔ اس دَور میں مختلف ماہرین نے سائنس، طب اور دیگر موضوعات پر کتابوں کا ترجمہ کیا۔ بغداد میں بیت الحکمت قائم کیا گیا۔ مسلمانوں کے ذوق و شوق کا یہ عالم تھا کہ انھوں نے ہندوستان سے بھی عالموں کو بلواکر ہندوستان کی بلندپایہ کتابوں کا عربی میں ترجمہ کرایا۔ دُوسرے دَور میں مسلمانوں نے یونانی، مصری، ہندی اور ایرانی علوم وفنون کا مطالعہ کیا اور انکے اصُول و فروع پر مجتہدانہ بحث کی۔ یہ دَور چوتھی صدی ہجری میں ختم ہو جاتا ہے۔ تیسرے دَور میں مسلمانوں نے تخلیقی کاموں کا آغاز کیا اور سائنس کی بنیاد رکھی۔ نئے نئے علوم مدون کئے اور نئے نئے نظریات ترتیب دیئے گئے۔ اس دَور میں بوعلی سینا، رازی، ابوالقاسم زہراوی، ابن ہیثم اور عمر بن خیام جیسے سائنسدان پیدا ہُوئے۔ اسی دَور میں کیمیا کو مدون کیا گیا۔ اور اسی دَورمیں مختلف علوم و فنون نے اس قدر ترقی کرلی تھی کہ انھیں، مختلف شعبہ جات میں تقسیم کرنا پڑا۔ مثال کے طور پر طب کے دائرہ میں طبیب، جرّاح کحال، جابر اور بیطار الگ الگ ہوتے تھے۔ طبیب کا فرض عام امراض کا معالجہ تھا جراح جراحت کرتا تھا۔ کحال آنکھوں کے امراض کا معالج ہوتا۔ جابر ٹوٹی ہوئی ہڈیاں درست کرتا تھا اور بیطار جانوروں کا علاج کرتا تھا

ابن تیمیہ اور ابن حزم

یونانیوں کے برعکس مسلمان فلسفی سائنس سے زیادہ متاثر تھے۔ نظامؒ ابن تیمیہ اور ابن حزم نے علم کا ماخذ احساس و شعور کو قرار دیا۔ اسی طرح البیرونی اور الکندی نے مشاہدہ و استقراء کے ساتھ ساتھ تجربی طریق کار کو رائج کیا۔ الخوارزمی دنیا کا سب سے بڑا ہیئت دان تھا۔ المامون نے پہلی رصدگاہ قائم کی۔ الخوارزمی رصد گاہ کا نگران تھا۔ زمین اور دوسرے سیاروں کے پیمائش میں ایسا الجھا کہ اور کام کی مہلت نہ ملتی تھی۔ لیکن فلکی مشاہدات کے لیے تھوڑا بہت وقت نکال لیا۔ اس نے یہ ثابت کیا کہ اجرام دائروں میں نہیں بلکہ بیضوی مداروں میں گردش کرتے ہیں۔ اس نے مختلف اشیاء کی کثافت نوعی دریافت کی۔ اور کشش ثقل پر ایک ایسا کتابچہ لکھا کہ عصر جدید کے ماہرین طبعیات نے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا۔ عمر خیام ایک سائنسدان تھا۔ جس نے ایک ایسا کیلنڈر تیار کیا تھا۔ جس میں تقریباً ۲۰ یا ۲۲ سال کے بعد ایک دو دن کا فرق پڑتا تھا۔ ابوالحسن ایک اور ایسا سائنسدان تھا۔ جس نے دور بین بھی ایجاد کی تھی۔ جسے بعد میں قاہرہ اور مراغہ کی رصدگاہوں میں استعمال کیا گیا تھا۔ فلکیات کے علماء میں نامور علماء البطانی الخوارزمی، الکندی، ابن شاکر، شاکر، عمر بن خیام ابن یونس، ابن البندی، ابن ہیثم وغیرہ شامل تھے۔ کیمیا میں جابر بن حیان کو سب سے امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ دنیا کی صنعتوں کے بادشاہ سلفیورک ایسڈ کو اسی نے ایجاد کیا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے کیمیا کو وہ قوت بخشی جس کے سبب جدید کیمیا ترقی کی منازل پر گامزن ہے۔ یہیں تک نہیں کہ یہ علماء صرف ایک ایک کام میں حصہ لیتے تھے۔ بلکہ اگر انکے حالات پر ایک تحقیقی نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حکمائے اسلام نے ہر شعبہ ہائے زندگی پر تحقیق کی اور ایسی ایسی چیزیں سامنے پیش کیں جس سے یورپ نے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا۔ اور آج سائنس کا سب سے بڑا سرچشمہ کہلاتا ہے۔

حکمائے اسلام

حکمائے اسلام نے اقلیدس، ہندسہ، علم الاعداد حساب، مناظر و مرایا، جبر و مقابلہ، علم ہیئت علم طب، علم کیمیا، علم طبعیات اور علم الارض اور غرض ہر علم کی ہر شاخ پر تحقیقات، تجربات اور مشاہدات کئے اور ان سے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا۔ گھڑیاں، رصدگاہیں، کیمیائی مرکبات، ڈاکٹری اوزار اور غرض زندگی کی تمام آسائشوں میں انھوں نے اپنی ایجادات شامل کیں۔ حتیٰ کہ راکٹ کا پہلا تصور مسلمان سائنسدانوں نے پیش کیا تھا جس پر دقیق اصولوں کی کتابیں اب بھی، مختلف کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔

اہل مغرب جو آج دنیا کی سب سے بڑی قوم ہونے کے مدعی ہیں۔ اور جن کا، دعویٰ ہے کہ آج علوم و فنون کی دنیا نہ صرف ان ہی کے دم سے قائم ہے بلکہ اس کی ترقی میں ان کے تجربات و مشاہدات روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ درحقیقت حکمائے اسلام ہی کے شاگرد ہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ وہ نسلی برتری اور قومی تعصب کے جنون میں مبتلا ہوکر حکمائے اسلام کے علمی و فنی خدمات کا اعتراف نہ کریں۔ تاہم ایک غیر جانبدار مبصر جب حقائق کا جائزہ لے گا تو وہ برملا کہے گا۔ کہ جب تک اہل مغرب اسلام کے علوم و فنون سے واقف نہ ہوئے تھے۔ وہ آدمیوں میں آدمی کہلانے کے مستحق نہ تھے۔ ان کے بدن گندے اور ضمیر پراگندہ تھے وہ ایسی جھونپڑیوں میں، رہتے تھے۔ کہ جہاں اگر فرش پر گھاس اگ رہی ہو۔ تو اسے دولت مندی کی علامت خیال کیا جاتا تھا۔ وہ سیم کا پانی پیتے اور جڑیں اور درختوں کی چھالیں کھاتے۔ جانوروں کا کچا، چمڑا بہت ہوتا تو اسے پھاڑ کر پہنتے تھے۔ ان میں جو شخص بادشاہ کہلاتا تھا۔ اس کی شان شوکت کے لیے صرف اتنا ہی کافی سمجھا جاتا تھا کہ اس کے پاس سواری کے لیے ایک بیل گاڑی ہو جسکے سامنے بیلوں کی دو جوڑیاں، لگی ہوں۔ الغرض مغربی ممالک میں جس وقت جہالت کا گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا حکمائے اسلام دنیا میں علوم و فنون کی روشنی پھیلا رہے تھے۔ یہ زمانہ بنی عباس کی خلافت کا زمانہ تھا۔

مختصراً یہ کہ نویں دسویں اور گیارھویں صدی عیسوی تک حکمائے اسلام تمام علوم و فنون میں کمال حاصل کرچکے تھے۔ پھر جب حاسدوں اور غداروں کے اکسانے پر ہلاکو خاں نے ۱۲۵۸ء میں بغداد پر خونریز حملہ کیا تو لاکھوں مسلمان تہ تیغ ہوگئے۔ ملک تباہ و برباد ہوگیا۔ اسلامی کتب خانے جلا دیئے گئے اور مکتب ویران ہوگئے۔ تب سے بارھویں صدی عیسوی میں مغربی ممالک نے علم کی روشنی حاصل کرنا شروع کی۔ اور، بارھویں صدی سے قبل مختلف یورپین مثلاً باتھ کا ایڈیلارڈ، رابرٹ آف چیسٹر، جانڈی ہالی وڈ جان اور لارڈ رسل وغیرہ مسلمانوں کے رُوپ میں مسلمانوں سے علم حاصل کرتے رہے۔ اور انھوں نے مغربی ممالک میں جدید سائنس کی بنیاد رکھی۔

ان حقائق سے واضح ہے کہ اسلام نے ہر مقام پر مسلمانوں کے ذریعے سائنس کی تدریس اور ٹیکنالوجی کی ترتیب میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ مغربی ممالک کے سائنسدانوں کی تاریخ ہی سے واضح ہے کہ وہ مسلمانوں کے شاگرد ہیں اور مسلمانوں نے اتنی بڑی دولت اسلام پر عمل پیرا ہوکر حاصل کی۔ اسلیے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا۔ کہ حقیقت میں موجودہ کارہائے نمایاں اسلام کی روشنی میں ہی سرانجام پاتے ہیں۔ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔ جوکہ ہر مقام پر ہدایت کی راہ دکھاتا ہے۔ اسی لیے برنارڈشا نے کہا تھا۔ کہ میں اسلام کو صرف قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ واحد مذہب ہے جوکہ بدلتے زمانہ کا ساتھ دے سکتا ہے۔ اگر اسلامی قوانین وضوابط کو موجودہ دور کے مطابق پرکھا جائے۔ تو صاف عیاں ہوجاتا ہے۔ کہ دنیا کی معاشی بدحالیوں، بد اخلاقیوں، فحاشیوں، نسل پرستی، قومی تعصب ایٹمی اسلحہ کی بھرمار وغیرہ کا علاج صرف اسلام اور اسلام میں ہے۔

آخر میں آج کل مسلمانوں کی حالت پر رونا آتا ہے۔ کیونکہ موجودہ پریشانیاں، مشکلات اور تکالیف صرف اسلام سے دور رہنے کی وجہ سے پیش آرہی ہیں۔ مسلمانوں نے جب تک اس عظیم کام کو سنبھالے رکھا۔ وہ دنیا کے استاد تھے جب تک انھوں نے اسلام پر عمل کیا۔ ان کے کارنامے سنہری الفاظ میں لکھے جاتے تھے۔ انھوں نے نہ صرف دنیا میں اجالا کیا بلکہ دنیا کی آنکھوں کے سامنے ایک چیز پیش کی جس کی حقیقت کو آج تک کوئی نہیں جھٹلا سکا ہماری، صنعتی، علمی، ثقافتی اور اقتصادی کمزوریوں کی وجہ عیاں ہے کہ ہم نے اپنے، اسلاف کے کارناموں کو بھلا دیا ہے۔ اسلام کے مقدس اصولوں سے منہ موڑا ہے اللہ کریم کے احکام کو پس پشت ڈالا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقوں کو چھوڑ کر اغیار کے بتلائے ہوئے طریقوں کو اپنایا۔ جس کی وجہ سے ہم ان ہی لوگوں کے دست نگر ہیں۔ جنہیں ہم نے ہی پالا پوسا تھا آج ہم ہر میدان میں خواہ وہ صنعت سے متعلق ہو یا علم سے مغرب سے ہدایات لیتے ہیں۔

پاکستان میں جس تیزی سے اسلامی طرز تعلیم کو اپنائے ہوئے فنی تعلیم عام ہو رہی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ انشاء اللہ ایک ایسا دن آئے گا۔ جب کہ ہم اپنے اسلاف کے کارناموں کو دوبارہ زندہ

دورِ جدید کے مسائل اور اُن کا حل

فلسفہ ولی اللّٰہی کی روشنی میں

محمد مقبول عالم بی، اے جائنٹ سیکرٹری ولی اللہ سوسائٹی پاکستان لاہور

دورِ جدید آج اجتماعیت کا دور ہے، سیاسی جھگڑوں کا زمانہ ہے۔ معاشیات و اقتصادیات کی کشمکش ہے۔ اس دور میں انسان کو ایسے مصائب میں مبتلا کر دیا گیا ہے کہ وہ اپنے حقیقی محسن — تعلق باللہ — سے بہت بیگانہ ہو گیا ہے۔

دورِ جدید کی خصوصیات یہ دور اٹھارویں صدی عیسوی سے شروع ہوا اس دور کی خصوصیات حسب ذیل ہیں۔

۱- اس دور میں مشین ایجاد ہوئی۔ اور ہاتھ کے بجائے مشینوں سے کام ہونے لگا۔ سرمایہ داروں نے مشینیں لگائیں اور کارخانے قائم کئے، مزدوروں کو مشینوں پر کام کرنے کے لئے بلایا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کاریگر جو پہلے اپنے اوزاروں کے مالک ہوتے تھے اور محنت کا معاوضہ خود ہی لیتے تھے۔ کوئی دوسرا اس میں شریک نہیں ہوتا تھا اب کارخانوں کے ملازم ہو کر بے آلہ مزدور بن گئے اور اپنی محنت کے پورے معاوضے کے مالک نہ رہے، بلکہ ان کی کمائی کے بیشتر حصے پر کارخانہ داروں نے قبضہ کر لیا اور اسے صرف اتنی مزدوری دی جانے لگی جس سے وہ صرف جسم و روح کا رشتہ قائم رکھ سکے۔ مزدور کے لئے یہ مشکل پیدا ہو گئی کہ اگر وہ اس معمولی مزدوری کو قبول نہیں کرتا، تو بھوکوں مرتا ہے، اور قبول کرتا ہے تو ضروریاتِ زندگی پوری نہیں کر سکتا۔ اس طرح معاشیاتِ عالم میں ایک طوفان بپا ہو گیا اور دولت کی تقسیم غیر متوازی ہو گئی۔ کارخانوں کے مالک سرمایہ دار بن گئے اور باقی تمام مزدور نادار ہو کر رہ گئے۔

مزدور اور کارخانہ دار کی کش مکش

اس طرح دو طبقے پیدا ہو گئے پھر ان میں کشمکش جاری ہوئی اور دونوں ایک دوسرے سے نبرد آزما ہو گئے۔ چنانچہ معاشیات کے ساتھ معاشرت کا مسئلہ پیدا ہو گیا۔ اس کش مکش کے نتیجے کے طور پر اشتراکیت نے جنم لیا لیکن وہ بھی سرمایہ داری کا پورا پورا علاج نہ کر سکی بلکہ خود ایک مفسدہ بن گئی۔ اس نے ایک بہت بڑی غلطی یہ کی کہ فطرتِ انسانی کے زبردست تقاضے — تعلق باللہ — کا انکار کر دیا۔ یہ فلسفہ انسانیت کی کوئی خدمت نہ کر سکا بلکہ اسے اعلیٰ و ارفع مقام سے گرا کر حیوانیت کے درجے پر لے آیا۔ ان سارے حالات کا نتیجہ یہ نکلا کہ معاشی، معاشرتی خرابی کے علاوہ انسان کی اخلاقیت اور روحانیت بھی بُری طرح مجروح ہوئی۔ پھر دنیا سرمایہ دارانہ اور اشتراکی بلاکوں میں تقسیم ہو گئی۔ اس طرح کئی قسم کے سیاسی جھگڑے بھی پیدا ہو گئے اور جنگوں تک بھی نوبت پہنچی۔

سیاسی کشمکش ۲- شاہی نظام جو کئی صدیوں سے چل رہا تھا، ٹوٹنے لگا اور اس کی جگہ نئی جمہوریتوں کا آغاز ہوا۔ چنانچہ بادشاہت کے خلاف سب سے پہلا انقلاب فرانس میں ۱۷۷۹ء میں ہوا اس طرح تمام ملکوں میں سیاسی بیداری کی لہر پیدا ہوئی — شاہی خاندانوں کا طلسم ٹوٹنے لگا۔ عوام کے نمائندے حکومت کے کاروبار میں شریک ہونے لگے۔ اس طرح سیاسیاتِ عالم میں ایک نیا باب کھل گیا۔

پچھلے شاہی دور کے نظریات بدل گئے، نئے نظریات پیدا ہوئے اور ان پر نئے سیاسی نظام استوار ہوئے — برطانیہ اور دوسرے یورپی ملکوں میں جمہوری پارلیمانی طرزِ حکومت کو فروغ ہوا۔ جس کا طرۂ امتیاز یہ ٹھہرا کہ جس طرف زیادہ ہاتھ اُٹھ جائیں وہ بات صحیح ہے، چاہے اس سے انسانیت کی جڑیں کٹتی ہوں۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے ؎

جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

اور انہوں نے یہ پیغام دیا ؎

گریز از طرزِ جمہوری غلامِ پختہ کارے شو
کہ از مغزِ دو صد خر فکرِ انسانے نمے آید

اس طرح سیاست صحیح اقدار کے تحت نہ رہی اور وہی مطلق العنانی ایک دوسری صورت میں رونما ہوئی جو پہلے بادشاہت کی صورت میں جلوہ گر تھی۔

سائنس اور مذہب کی کشمکش

۳- سائنس کے علوم کی ترقی سے علم و نظر کو وسعت حاصل ہوئی، ہر چیز عقل کی کسوٹی پر پرکھی جانے لگی۔ پرانے توہمات کا تار و پود بکھر کر رہ گیا۔ خاص طور پر مذہبی دنیا میں انقلاب آ گیا۔ بے شک بعض مذہبی عقیدے اور رسومات محض توہمات ثابت ہوئے اور انہیں ترک کرنا پڑا مگر اس بارے میں اس قدر غلو ہوا کہ دین کی مخالفت شروع ہو گئی۔ اور اسے انسانی ترقی کی راہ میں ایک رکاوٹ خیال کیا جانے لگا۔ اس طرح اخلاقی نظریات بدل گئے۔ اور محض دنیوی منفعت ہی ہر عمل کے لئے معیار قرار پائی۔

دورِ جدید کے رہنما کی ضرورت

دورِ جدید کے ان مسائل کو حل کرنے کے لئے ہمیں ایک ایسے رہنما کی ضرورت پڑی جو کتاب و سنت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے نمونے کے دور (خیر القرون) کی روشنی میں ایسا فلسفہ پیش کرے جو اسلام کے صادقانہ اور عادلانہ نظام کے قیام کی بنیاد بن سکے۔

امام ولی اللہ دہلویؒ

اٹھارھویں صدی عیسوی کی ابتداء میں سلطان اورنگ زیبؒ عالمگیرؒ کی وفات سے چار سال پہلے ۱۷۰۳ء میں دہلی میں ایک ایسا حکیم پیدا ہوا جس نے اسلامی تعلیمات کو اس نئے دَور سے ہم آہنگ کیا اور دنیا کو ایک ایسا فلسفہ دیا جس کی اس زمانے کو ضرورت ہے اور جو خیر القرون کے اصولوں پر مبنی ہے وہ امام ولی اللہ دہلوی ہیں (رحمۃ اللہ علیہ)۔ انہوں نے اپنے فلسفے میں انسانیت، کائنات اور خالق کائنات کے متعلق بے نظیر بحث کی ہے جو تمام پچھلے فلسفوں سے بہت آگے ہے۔ یہ فلسفہ دَورِ جدید کے مسائل حل کرنے کے لئے بڑا مفید ہے۔ انہوں نے انسان کی انسانیت کو اجاگر کیا۔ اس کے خواص، صفات اور نکات بتائے جنہیں ترقی دے کر ہم اپنی انسانیت کی تکمیل کر سکتے ہیں پھر انہوں نے اجتماعیات انسانی پر گھر کی زندگی سے لے کر بین الاقوامی زندگی تک سیر حاصل بحث کی ہے اس میں اجتماعیات، معاشیات، سیاسیات اور اجتماعی اخلاق جیسے علوم پیش کئے ہیں۔

دورِ جدید نے جو مسائل پیدا کئے ہیں اب ہم ان کا وہ حل بتاتے ہیں جو امام ولی اللہ دہلویؒ نے اپنے فلسفے میں پیش کیا ہے۔

معاشی کشمکش کا حل

امام ولی اللہ دہلویؒ نے یورپ اور ہند کے بعض فلسفیوں کی طرح مشین کی ترقی کا انکار نہیں کیا بلکہ اسے انسان کی فطری ترقی کا جزء قرار دیا ہے۔ چنانچہ ان کے فلسفے میں انسان

انسانی تقاضے

وہ ہے جو عقلِ انسانی کا استعمال کرتا ہے اور سوچ بچار کے نتیجے جمع کر کے علوم و فنون پیدا کرتا ہے وہ آلات کا استعمال کرتا ہے اور کئی قسم کی صنعتیں پیدا کرتا ہے۔ وہ اجتماع کے استعمال سے بڑے بڑے کام تھوڑی مدت اور تھوڑی محنت سے سرانجام دیتا ہے۔ یہی وہ امور ہیں جن پر دورِ جدید کی تہذیب کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ پھر امام صاحب یہ بھی بتاتے ہیں کہ انسان کا خاصہ یہ ہے کہ وہ حُبِّ جمال کا مادہ رکھتا ہے۔ اس لئے وہ نفاست اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے اس میں بہبود عام کا تصوّر بھی پایا جاتا ہے۔ اچھا انسان وہ ہے جو اپنی ذات اور اپنی قوم ہی کی نہیں بلکہ ساری انسانیت کی بھلائی چاہے۔ پھر انسان میں مادۂ ایجاد و تقلید بھی ہے کہ وہ ایجادات کرتا ہے اور دوسروں کی ایجادات سے فائدہ بھی اٹھاتا ہے اس لئے وہ دوسرے حکماء کی حکیمانہ باتوں کو قبول کرتا ہے۔ یہ امور بھی ایسے ہیں جو دَورِ جدید کے تمدّن کی اساس ہیں۔ اس طرح امام صاحب نے دورِ جدید کی بنیاد اور اساس کو واضح کیا ہے۔ ان کی ترقی و تکمیل کے بغیر ہم اس دَور میں اپنا مقام پیدا نہیں کر سکتے۔

اس سے آگے امام صاحب نے انسانی ملکات پر بھی بحث کی ہے کہ انسان فقط حیوان ہی نہیں کہ اس کے اندر صرف حیوانیت ہو بلکہ اس میں فرشتوں کی سی صفات بھی ہیں اور وہ خدا کی معرفت اور اس کے ساتھ اپنا تعلق قائم کرنے، اس کے احکام پر عمل کرنے اور اس کی بندگی کا حق ادا کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔ تمام شرائع الٰہیہ اور بالخصوص شریعت اسلامیہ کا مقصود یہی ہے کہ احکامِ خداوندی پر عمل کر کے ملکیّت و بہیمیّت پر غالب کیا جائے دَورِ حاضر میں اس کی بڑی ضرورت ہے کیونکہ یہ دَور مادیت کی طرف جھک گیا ہے اور مادی ترقی کو سب کچھ سمجھنے لگ گیا ہے۔ اس سے انسان کی انسانیت کو بڑا نقصان پہنچا ہے

معاشی توازن

مشین کی ایجاد اور کارخانوں کے قیام سے سرمایہ داری پیدا ہوئی جس سے معاشرے میں دولت کی تقسیم ناہموار ہو گئی۔ امام صاحب نے اوّل تو عدالت کا خُلق پیش کیا ہے کہ عدل و اعتدال سے کام لیا جائے، کسی کی حق تلفی نہ کی جائے اور دوسرے مزدور اور سرمایہ دار کے جھگڑے کو ختم کرنے کے لئے ایک اصول دیا کہ "اگر دولت کی پیداوار میں تعاون کو دخل نہ ہو یا ایسی رضامندی ہو جس میں جبر پایا جائے تو اس قسم کے معاملات ناپسندیدہ اور غیر صالحہ ہیں۔ یہ اجتماعی زندگی کے اصول کے لحاظ سے باطل اور گناہ ہیں۔"

(حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۰۳)

اس کا مطلب یہ ہے کہ مزدور کارخانہ دار کے ساتھ ایک معاون کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسے اجرت کے علاوہ کارخانے کے منافع میں سے اس کا پورا حصّہ ملنا چاہئے۔ نہ یہ کہ اُس کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھا کر معمولی اجرت دے کر ٹال دیا جائے کارخانے تعاونی اصول پر قائم کئے جائیں اور سب ان میں شریک ہوں اس کے علاوہ امام صاحب تمرکز دولت سے پیدا ہونے والی خرابیوں کی وجہ سے رفاہیت بالغہ یعنی عیاشی کو انسانی فطرت کے خلاف قرار دیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ معاشرے میں دولت کی تقسیم ایسی ہو کہ کوئی رفاہیت ناقصہ یعنی افلاس کی حالت میں نہ رہے اور سب متوسط یعنی درمیانہ معیارِ زندگی اختیار کریں۔ یہ وہ معاشی نظریات ہیں جو ان کے نزدیک تمام انبیاء کرام کی دعوت کا موضوع رہے ہیں اور قرآن و حدیث سے بھی ان کی تائید ہوتی ہے۔

مسئلہ ملکیّت زمین

ایسے ہی امام صاحب نے سب سے بڑے ذریعہ پیداوار یعنی زمین کے متعلق وہ انقلابی فیصلہ دیا ہے جو تمام معاشی فلسفوں سے آگے ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ زمین کا مالک اللہ ہے۔ اس لئے زمین بیت المال کی تحویل میں رہے گی اور کاشتکاروں کو خود کاشت کے اصول پر کاشت کرنے کے لئے دی جائے گی یعنی زمین کا حق ملکیت نہیں بلکہ حق انتفاع دیا جائے گا۔ امام صاحب فرماتے ہیں "کہ ساری زمین حقیقت میں مسجد یا سرائے کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ دونوں آنے جانے والوں کے لئے وقف ہوتی ہیں اور سب لوگ ان میں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔"

آگے فرماتے ہیں کہ "زمین پر کسی آدمی کے قبضے کے صرف یہ معنی ہیں کہ وہ دوسرے کی بہ نسبت اس

(باقی ص۱۴ پر)

کچھ ان فتووں کے بارے میں

ایک حقیقت پسندانہ تجزیہ

خدام الدین کے نام مختلف حضرات نے خطوط ارسال کر کے مطالبہ کیا ہے کہ وہ کراچی سے شائع ہونے والے فتوے کی بابت اظہارِ خیال کریں کیونکہ خدام الدین ایک مذہبی اور دینی رسالہ ہے اور ملک میں اِن دنوں اسلام اور سوشلزم کے عنوان سے زبردست بحث ہو رہی ہے ایسے حالات میں خدّام الدین کو بھی دینی رہنمائی کرنی چاہیئے۔

ادارہ خدام الدین اپنی رائے فی الحال محفوظ رکھتا ہے۔ البتہ مجلسِ تحفّظِ ختمِ نبوّت پاکستان کے ترجمان ہفت روزہ "لولاک" لائلپور کے ایڈیٹر مولانا تاج محمود نے عنوانِ بالا کے تحت اپنے پرچہ میں ایک اداریہ لکھا ہے جسے انہوں نے خصوصی اشاعت کے لیے ہمیں دیا ہے۔ توقع ہے کہ حضرات قارئین اس سے اچھی معلومات حاصل کرینگے اور اگر کوئی صاحب اس موضوع پر اظہارِ خیال کرنا چاہیں تو خدّام الدین کے صفحات حاضر ہیں۔ ادارہ

گزشتہ دنوں سوشلزم کے خلاف اخبارات میں ۱۱۵ علمائے کرام کا ایک فتویٰ شائع ہوا تھا۔ یہ بات تو صیغۂ راز میں رہی کہ اس فتویٰ کے حاصل کرنے والا ملک کے دونوں حصوں میں دوڑ دھوپ کر کے علمائے کرام سے دستخط لینے والا کون تھا۔ کچھ لوگ جماعتِ اسلامی کی طرف یہ نیک نامی یا بدنامی منسوب کرتے تھے کہ یہ فتویٰ انھوں نے حاصل کیا تھا اور اپنا نام پوشیدہ رکھا ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ اس پردۂ زنگاری کے پیچھے کون تھا۔ کیونکہ جماعتِ اسلامی نے ستم ظریفی یہ کی کہ فتوے کے شائع ہونے کے اگلے روز ہی اعلان کر دیا۔ کہ ہم کسی کو کافر نہیں کہتے ہم تو ہر کلمہ گو کو مسلمان کہتے ہیں۔

مذکورہ فتوے میں سوشلزم کے حامیوں، داعیوں سے دائرہ اسلام سے خارج ان کے جلسوں جلوسوں میں شریک ہونا ناجائز اور انہیں چندہ وغیرہ دینے کو فسق اور گناہ، قرار دیا گیا تھا۔ فتویٰ دینے والوں میں مفتیٔ اعظم محمد شفیع صاحب مدظلہٗ سے لے کر بعض ایسے مولوی صاحبان کے اسمائے گرامی بھی درج تھے۔ جو مسجدوں اور مدرسوں کے لیے گاڑیوں میں چندہ مانگتے رہے ہیں۔ البتہ خلافِ توقع اس فتویٰ پر مشہور عالمِ دین مولانا احتشام الحق تھانوی مدظلہٗ کے دستخط نہ تھے۔ جن کی بعد میں وجوہات اور تفصیلات شائع ہوئیں

ملک میں ان دنوں کچھ اور فتوے بھی، شائع ہوئے۔ جن کی تفصیلات کا تذکرہ یہاں مفید اور مناسب نہیں ہے۔ ملک کے اخبارات و رسائل میں ان فتووں پر طرح طرح ریمارکس اور تبصرے شائع ہوئے۔ بعض لوگوں نے تو علمائے کرام کے پچھلے صدیوں، پرانے فتووں کا تذکرہ بھی کیا۔ قائدِ اعظم اور علامہ اقبال کو کافر قرار دینے کے جو فتوے شائع ہوئے تھے۔ ان کا تذکرہ آیا۔ روسی برانڈ فیض احمد فیض نے بھی کچھ لکھا۔ برطانوی برانڈ ربوہ کے مصنفوں نے بھی موقعہ کو غنیمت جانا۔ غرضیکہ بھانت بھانت کی بولیاں بولی گئیں شریف لوگوں نے کچھ اس طرح معروضات بھی پیش کیں کہ۔

اے علمائے کرام! تم ہمارے دینی پیشوا ہو۔ ہمارے بچوں کو قرآن پڑھاتے ہو۔ ہمارے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے کانوں میں اللہ رسول کا نام بلند کرنے کے لیے اذان کہتے ہو۔ اور اگر کوئی مر جائے تو اس کا جنازہ پڑھا دیتے ہو۔ ہمیں کلمہ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور حلال حرام کا مسئلہ بتا دیتے ہو۔ ہم تمہاری علماء سمجھ کر عزّت کرتے ہیں۔ پس عزّت کا خیال رکھو اور ان دنیا داروں اقتدار کے بھوکوں کی لڑائی میں خواہ مخواہ اپنی پگڑی نہ اترواؤ۔

یہ سیاسی لوگ بڑے شاطر ہیں۔ الیکشن کا دنگل گرم ہے۔ یہ تمہیں اپنے سیاسی حریفوں کو زک پہنچانے کے لیے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ جب الیکشن ختم ہو جائے گا اور جیتنے والوں کو اقتدار مل جائے گا۔ تم سب اللہ اور اس کے رسول کا نام لینے والے بے قدر ہو کر رہ جاؤ گے۔ یہ تمہیں پھر منہ نہیں لگائیں گے۔ زیادہ اخلاص کا ثبوت دو گے اور کلمہ حق بلند کرو گے تو یہ تمہیں حسبِ سابق جیلوں میں بند کر دیں گے۔ تمہیں یاد نہیں رہا یہ لوگ پہلے بھی تمہارے ساتھ ایک دفعہ یہی کھیل کھیل چکے ہیں۔

سوشلزم کے خلاف اس فتوے پر لے دے کچھ کم ہوئی تھی۔ اور علمائے کرام کا یہ بے اثر دار لوگوں کے حافظہ سے محو ہو ہی چلا تھا کہ پاکستان کے مفتی اعظم حضرۃ مولانا مفتی محمد شفیع مدظلہٗ کا ایک نیا فتویٰ صادر ہو گیا ہے۔ سوال اور جواب کی عبارت حسب ذیل ہے۔

سوال: ایک شخص سوشلزم کو جامع نظامِ حیات نہیں مانتا۔ صرف اقتصادی پروگرام کی حیثیت دیتا ہے۔ جیسے کہ مختلف ملکوں میں سوشلزم کا تجربہ اقتصادی حیثیت سے کیا جا رہا ہے۔ برما، ہندوستان، انگلستان، اور دوسرے ممالک میں سرمایہ داری کے مقابلہ میں اس نظام کو اپنایا گیا ہے۔

اور یہ شخص اسلام کے نظامِ حیات کو بھی جامع قرار دیتا ہے۔ اللہ رسول، آخرت پر ایمان بھی رکھتا ہے۔ کیا ایسا شخص کافر ہے یا مسلمان۔

محمد یعقوب شیخ سیکرٹری اتحاد اسلامی پاکستان

۲۰۵۵/۳ حسین آگاہی ملتان

جواب: ایسے شخص کو کون کافر کہہ سکتا ہے۔ البتہ جب اسلام میں وُہ چیز موجود ہے تو پھر سوشلزم کا تبرک اس میں شامل کرنا کونسی عقلمندی ہے۔ کفر صرف اس پر عائد ہوتا ہے جو اسلام کے اقتصادی نظام کو ناقص کہے۔ اور سوشلزم سے اس کی تکمیل کرنا چاہے۔

والسلام محمد شفیع دار العلوم کراچی ۱۴

سبحان اللہ۔ اب ہم اپنے بزرگوں کو کیا کہیں۔ یہ بہر حال ہمارے بزرگ اور اکابر ہیں۔ خیر سے اس ملک میں دین کے ستون ہیں۔ سادگی کا یہ عالم ہے کہ پہلے استفتا پر بھی دستخط فرما دیئے، اور دوسرے استفتا پر بھی دستخط ثبت کر دیئے ہیں۔ حالانکہ پہلے فتویٰ کا صاف مطلب یہ تھا۔ کہ وہ علماء کرام جو مزدوروں کسانوں اور غریب عوام کی ہمدردی میں کچھ کہتے پھرتے ہیں۔ انھیں بدنام کر دیا جائے

اور ملک سے معاشی ناہمواری کے خلاف جہاد کرنے والوں اور معاشی عدل و انصاف کا دور دَورہ لانے والوں کو ذلیل کردیا جائے مثلاً پہلے فتوے پر دستخط کرنے والے ۱۱۵ علمائے کرام کو لے لیا جائے۔ ان کی انفرادی سرگرمیوں کا جائزہ لیا جائے۔ مجھے اس سے انکار نہیں کہ وہ اسلام اسلام کا نعرہ بلند کر رہے ہیں۔ لیکن ان میں سے ایک ایک مفتی محمود مدظلہٗ اور مولانا غلام غوث ہزاروی مدظلہٗ کو ذلیل کرنے میں کوئی دقیقہ فردگزاشت نہیں کررہا اور یہ فتویٰ درحقیقت مفتی محمود مدظلہٗ اور مولانا غلام غوث ہزاروی مدظلہٗ پر ہی ایٹم بم کے طور پر پھینکا گیا تھا۔ ورنہ یہ فتویٰ سوشلزم اور سرمایہ دارانہ نظام دونوں کے خلاف ہوتا۔ حالانکہ مفتی محمود صاحب نے بارہا اعلان کیا۔ اسلام کے مقابلہ میں سوشلزم اور کمیونزم کفر ہے۔ البتہ جو لوگ نادانی سے اسلام کے معاشی نظام کو اسلامی سوشلزم کہتے ہوں۔ لیکن اللہ رسُولؐ قیامت پر ایمان اور دین اسلام کے کامل مکمل نظام ہونے پر یقین رکھتے ہیں۔ انھیں کافر نہ کہا جائے بلکہ انھیں سمجھایا جائے ورنہ ملک کی آدھے سے زیادہ آبادی کو کفر کی گود میں دھکیل دینا ہوگا۔

حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی بارہا اعلان کرچکے ہیں کہ انقلاب ناگزیر ہے۔ انگریز کا سرمایہ دارانہ نظام زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکتا۔ اسلیے علمائے حق کا فرض ہے کہ وہ آگے بڑھیں۔ غریبوں، مزدوروں اور کسانوں کے حقوق کے لیے اسلام کے دائرہ میں رہ کر جدوجہد کریں۔ اگر ہم ایسے وقت میں خاموش رہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہمارے ملک کے لاکھوں غریب مزدور اور کسان جو بچے مسلمان ہیں۔ وہ بے دین اور دہریہ کمیونسٹوں اور سوشلسٹوں کی رہنمائی میں چلے جائیں گے اور روٹی کی تلاش میں نکل کر ایمان کی دولت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے ان سطور کے لکھنے سے غرض یہ ہے کہ جب اسلام کو مکمل نظام یقین کرنے والا مسلمان ہی ہے کافر نہیں ہے۔ جہالت اور نادانی کی وجہ سے بعض لوگ سوشلزم کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ تو انھیں کافر نہ کہا جائے علمائے کرام آپس میں کفر کے فتوے دے کر ان کی اصلاح نہیں کرسکتے۔ بلکہ آپس میں متحد ہوکر اسلام اور صرف اسلام کا نعرہ لگائیں۔ عوام کو بتائیں کہ اسلام سے مراد صرف نماز روزے کے احکام ہی نہیں بلکہ

تو دہریت، اشتراکیت، سرمایہ داری، ظلم، استحصال کے خلاف ہے۔ امیروں، غریبوں اور کسانوں اور مزدوروں کے حقوق کا محافظ اور پوری قوم کی معاشی، معاشرتی اور سیاسی ضرورتوں کا کفیل ہوسکتا ہے۔

۲۰ اپریل ۱۹۷۰ء ہفت روزہ لولاک

بقیہ: دَورِ جدید کے مسائل اور ان کا حل

قطعہ زمین سے انتفاع کا حق فائق رکھتا ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۰۳)

اس کا فائدہ یہ ہے کہ ریاست کو کاشتکار سے اپنی زرعی منصوبہ بندی کی پابندی کرانے کا اخلاقی اور قانونی حق حاصل ہوگا۔ اس سلسلے میں علامہ اقبالؒ بھی حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ کے فیصلے کی تائید کرتے ہیں ؎

اس سے بڑھ کر ہوگیا فکر و عمل کا انقلاب
بادشاہوں کی نہیں اللہ کی ہے یہ زمیں
وہ خدایا یہ زمیں تیری نہیں تیری نہیں
تیرے آبا کی نہیں تیری نہیں میری نہیں
دہ خدایا نکتۂ از من پذیر
رزق و گور از وے بگیر او را بگیر

یعنی زمین کا مالک اللہ ہے، نہ حکومت، نہ کاشتکار۔ البتہ حکومت امین ہوگی اور وہ کاشتکاروں کو زمین کا حق انتفاع دے گی، حق ملکیت نہیں۔ اس طرح زمینداری، جاگیرداری اور مزارعت کا خود بخود خاتمہ ہوجائیگا اور ان سے پیدا ہونے والے مفاسد بھی ختم ہو جائیں گے۔

بقیہ: دعائے مغفرت سے ....

کے لئے اللہ کی رحمت کا دروازہ کھلا ہوا ہے: کسی کے لئے بھی دروازہ بند نہیں ہے۔ شرط یہ ہے کہ عذاب یا موت کے آنے سے پہلے توبہ کر لیں اور نافرمانی کی راہ چھوڑ کر ہدایتِ ربانی کی فرمانبرداری اختیار کر لیں۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہُوا کہ رحمتِ خداوندی کا جو "منشور عام" سب کے لئے ہے کافر اور مشرک بھی اُس کے مخاطب ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ خود "رحمۃ للعالمین" تھے، اس لئے آپؐ کو اس "منشورِ رحمت" سے بیحد خوشی تھی اور فرماتے تھے کہ مجھے اس آیت کے نزول کی اتنی خوشی ہے کہ اگر ساری دنیا مجھے دے دی جائے تو اتنی خوشی مجھے نہ ہوگی۔

سالانہ اجلاس

دارالعلوم تعلیم القرآن باغ (آزاد کشمیر) کا سالانہ سہ روزہ اجلاس مورخہ ۲، ۳، ۴ر مئی بروز ہفتہ، اتوار اور پیر کو منعقد ہو رہا ہے جس میں مولانا عبدالحکیم صاحب راولپنڈی، مولانا چراغدین شاہ صاحب راولپنڈی، مولانا عبدالحی صاحب کوہ مری اور آزاد کشمیر کے تمام مقتدر علماء کرام کے علاوہ آزاد کشمیر کے وزیر تعلیم سیّد عبداللہ صاحب آزاد بھی شرکت کر رہے ہیں۔

اعلان داخلہ

اگر آپ اپنے بچوں کو شہروں کی مسموم فضا سے دُور پاکیزہ اور دینی ماحول میں تعلیم دلانا چاہتے ہیں تو جامعہ حمیدیہ ہائی سکول سرائے مغل (بھائی پھیرو سے سات میل دور) سے رابطہ قائم کیجئے۔ فیس معمولی، ہوسٹل کے اخراجات نہایت قلیل۔ قرآن مجید حفظ/ناظرہ کی تعلیم تجوید و قرأت کے ساتھ۔ سرکاری نصاب کے علاوہ عربی درجہ ششم سے لازمی۔ داخلہ پہلی سے دسویں جماعت تک جاری ہے۔ داخلہ کی آخری تاریخ ۳۰ر اپریل سنہ ۱۹۷۰ء ہے

پرنسپل جامع حمیدیہ
سرائے مغل۔ بواسطہ چھانگا مانگا۔ ضلع لاہور
لاہور میں رابطہ قائم کرنے کے لیے:۔
بشیر احمد چوہان معرفت فاران جنرل سٹور چوک چوبرجی ملتان روڈ لاہور

ضرورت اساتذہ

ایسے ٹرینڈ اساتذہ کی ضرورت ہے جو درس نظامی یا حفظ و قرأت کے بھی فارغ ہوں تنخواہ حسب سرکاری سکیل

(پرنسپل جامعہ حمیدیہ سرائے مغل)

دعائے مغفرت سے درجات بلند ہوتے ہیں

حافظ قاری فیوض الرحمٰن ایم اے (عربی، علوم اسلامیہ اردو)

مرنے والوں کیلئے سب سے بہتر تحفہ

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا الْمَیِّتُ فِی الْقَبْرِ اِلَّا کَالْغَرِیْقِ الْمُتَغَوِّثِ یَنْتَظِرُ دَعْوَۃً تَلْحَقُہٗ مِنْ اَبٍ اَوْ اُمٍّ اَوْ اَخٍ اَوْ صَدِیْقٍ، فَاِذَا لَحِقَتْہُ کَانَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْہَا، وَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَیُدْخِلُ عَلٰی اَھْلِ الْقُبُوْرِ مِنْ دُعَآءِ اَھْلِ الْاَرْضِ اَمْثَالَ الْجِبَالِ وَاِنَّ ھَدِیَّۃَ الْاَحْیَآءِ اِلَی الْاَمْوَاتِ الْاِسْتِغْفَارُ لَھُمْ۔
(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”قبر میں مدفون مُردے کی مثال بالکل اس شخص کی سی ہے جو دریا میں ڈوب رہا ہو اور مدد کے لئے چیخ پکار رہا ہو وہ بے چارہ انتظار کرتا ہے کہ ماں، باپ یا بھائی یا کسی دوست آشنا کی طرف سے دعائے رحمت و مغفرت کا تحفہ پہنچے، جب کسی طرف سے اُسے دعا کا تحفہ پہنچتا ہے. تو وہ اس کو دنیا و مافیہا (پوری دنیا) سے زیادہ عزیز و محبوب ہوتا ہے۔ اور دنیا میں رہنے بسنے والوں کی دعاؤں کی وجہ سے قبر کے مُردوں کو اتنا عظیم ثواب اللہ تعالےٰ کی طرف سے ملتا ہے جس کی مثال پہاڑوں سے دی جا سکتی ہے اور مُردوں کے لئے زندوں کا خاص ہدیہ ان کے لئے ”دعائے مغفرت“ ہے.

دعائے مغفرت سے درجات بلند ہوتے ہیں

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ”اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ لَیَرْفَعُ الدَّرَجَۃَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِی الْجَنَّۃِ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ! اَنّٰی لِیْ ھٰذِہٖ؟ فَیَقُوْلُ بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِکَ لَکَ۔
(رواہ احمد)

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”اللہ تعالےٰ کی طرف سے جنّت میں کسی مردِ صالح کا درجہ ایک دم بلند کر دیا جاتا ہے تو وہ جنّتی بندہ پوچھتا ہے کہ اے پروردگار! میرے درجہ اور مرتبہ میں یہ ترقی کس وجہ سے اور کہاں سے ہوئی؟ جواب ملتا ہے کہ تیرے واسطے تیری فلاں اولاد کے دعائے مغفرت کرنے کی وجہ سے۔

تشریح اس حدیث میں اولاد کی دعا سے درجہ میں ترقی کا ذکر صرف مثال کے طور پر کیا گیا ہے ورنہ دوسرے اہلِ ایمان کی دعائیں بھی اسی طرح نفع مند ہوتی ہیں۔ زندگی میں جس طرح سب سے بڑا حق اولاد پر ماں باپ کا ہے اور ان کی خدمت و اطاعت فرائض میں سے ہے اسی طرح مرنے کے بعد اولاد پر والدین کا خاص حق ہے کہ ان کے لئے رحمت و مغفرت کی دعا کرتے رہیں۔ مرنے کے بعد ان کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا یہی خاص راستہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابوہریرہ رضؓ کی روایت کردہ ان دونوں حدیثوں کا مقصد صرف ایک حقیقت کی اطلاع دینا ہی نہیں ہے، بلکہ ایک بلیغ انداز میں اولاد اور دوسرے رشتہ داروں اور جملہ متعلقین کو ترغیب دی گئی ہے کہ وہ مرنے والوں کے لئے مغفرت و رحمت کی دعائیں کرتے رہیں۔ ان کے یہ ہدیے اور تحفے قبروں میں اور جنت تک مرحومین کو پہنچتے رہیں گے۔ (الفرقان ص ۲۰)

اللہ کی رحمت کا دروازہ کسی کے لئے بھی بند نہیں

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَآ اُحِبُّ اَنَّ لِیَ الدُّنْیَا بِھٰذِہِ الْاٰیَۃِ ”یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ“ الآیہ۔ فَقَالَ رَجُلٌ فَمَنْ اَشْرَکَ؟ فَسَکَتَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اَلَا وَمَنْ اَشْرَکَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔ (رواہ احمد)

حضرت ثوبان رضؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے کہ مجھے اس آیت کے مقابلے میں ساری دنیا اور اس کی نعمتوں کا لینا بھی پسند نہیں ”یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ، اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا، اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ○ (اے میرے بندو! جنہوں نے (گناہ کر کے) اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے (اور اپنے کو تباہ کر لیا ہے) تم اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو، اللہ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے، وہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے) ایک شخص نے عرض کیا۔ حضرت! جن لوگوں نے شرک کیا ہے کیا ان کے لئے بھی یہی ارشاد ہے؟ آپؐ نے پہلے تو کچھ سکوت کیا۔ پھر تین دفعہ فرمایا ”اَلَا وَمَنْ اَشْرَکَ“ سن لو! مشرکوں کے لئے بھی اللہ تعالےٰ کا یہی ارشاد ہے، سن لو مشرکوں کے لئے بھی اللہ کا یہی ارشاد ہے، ہاں سن لو مشرکوں کے لئے بھی میرے مالک کا یہی ارشاد ہے۔

تشریح اس حدیث میں جس آیت کا حوالہ ہے یہ سورۃ زمر کی آیت ہے۔ بلاشبہ اس میں ہر قسم کے گنہگاروں کے لئے بڑی بشارت ہے۔ خود ان کا مالک و پروردگار ان ہی کو مخاطب کر کے فرما رہا ہے کہ تم بھی میری رحمت سے نااُمید نہ ہو۔ اس آیت کے بعد والی آیتوں سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہر قسم اور ہر درجہ کے مجرموں اور گنہگاروں

(باقی ص ۱۴ پر)

بقیہ: مجلسِ ذکر

اس پر مسلمانوں نے کبھی سوچا ہی نہیں، غور ہی نہیں کیا۔ ہم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قائل ہیں۔ اُن کو اپنا امام اور پیشوا مانتے ہیں، اُن کے مقلد ہیں۔ اُن کی تشریح، اُن کی تعلیم یہ ہے کہ نماز کے متعلق اللہ کی طرف سے یا نبیؐ کی طرف سے جو جو احکام ہم پر عائد ہوتے ہیں اُن سب کے پیشِ نظر انہوں نے حکم دیا ہے کہ نماز ہمارے لئے زندگی بھر کی قید ہے۔ معراج میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفہ میں نماز ملی اور ہمارے لئے سب سے بڑا تحفہ یہی ہے۔ اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ ط لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ اسی میں ہم سب سے کھوٹے ہیں۔ انسان ذرا سی کوشش کرے تو پانچ کیا سات کا پابند ہو سکتا ہے۔ یہ نماز جس کو اتنی اہمیت اللہ اور اس کے رسولؐ نے دی ہے اس پر ہمیں سختی سے مداومت کرنی چاہئیے۔ ہمارا یہی ایک عمل درست ہو جائے تو شاید اللہ تعالےٰ کی ساری رحمتیں لوٹ آئیں۔ ہماری ساری کوتاہیاں اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرما دیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خود قرآن میں فرماتے ہیں اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ط (عنکبوت ۴۵) آپ دیکھ لیجئے، جو پابندِ صوم و صلوٰۃ ہیں خود بخود برائیاں چھوٹتی ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس کے گھر کے سامنے نہر بہتی ہو اور وہ پنجوقتہ نہاتا دھوتا ہو اس کے بدن پر میل کچیل رہ نہیں سکتی۔ آپؐ نے فرمایا کہ پنجوقتہ نماز ایسی ہے جیسی روحانیت کی نہر بہتی ہو۔ یہ پنج وقتہ اس ہر ۔ ہ غوطے لگاتا ہے، گناہ کی لی وجہ سے ۔ کیسے رہ سکتی ہے۔ نماز استعال کرتے ہیں ۔ ر کی بے اعتنائی کا شکوہ علمائے کرام آپس میں ۔ اقبالؒ مرحوم فرماتے کر ان کی اصلاح نہیں ۔

میں متحد ہوکر اسلام ۔ دھر میں ایمان کی حرارت والوں نے
نکا نہیں۔ عوام کو بتانا ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا
صرف نماز روزے ۔ کے بچے کو نماز پڑھنے کا حکم دینا چاہئیے اور دس سال کا ہوکر بھی نہ پڑھے تو مارنے کا بھی حکم ہے۔ اپنی زندگی میں تو کم از کم انہیں نماز کے بغیر نہ رہنے دو، بعد میں خدا کے سپرد۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ آپ کے بچے کے سر میں درد ہو، آپ ڈاکٹر کے پاس لے جائیں گے بیوی کے پیٹ میں تکلیف ہو، ڈاکٹر کے پاس جائیں گے، لیکن دونوں بے نماز ہوں کوئی پرواہ نہیں۔ ابدی جہنم میں جا رہے ہیں، اس کی پرواہ نہیں تبلیغی جماعت والوں کو اللہ جزائے خیر دے کہ انہوں نے لوگوں کو کلمہ اور نماز کی طرف رغبت دلائی اور اکثر مسلمانوں کو جہنم سے بچا لیا۔

دکھاوے کی نماز

چوہدری عبدالرحمٰن مرحوم نے مجھے ایک دفعہ واقعہ سنایا کہ میں علی گڑھ یونیورسٹی میں پڑھتا تھا۔ یہ ۱۹۳۴ء یا ۱۹۳۵ء کا واقعہ ہے۔ وہاں نماز کو ضروری قرار دیا جاتا تھا اور صبح شام مسجد میں حاضری لی جاتی تھی، جو لوگ نماز میں نہ آتے ان کے خلاف کارروائی کی جاتی تھی۔ فرمانے لگے طلبہ نے چپڑاسی کو سکھا رکھا تھا کہ جب جماعت قریب الختم ہو اور سلام پھرنے والا ہو تو ہمیں اشارہ کر دو، بس فوراً دگڑ دگڑ مسجد میں آ جاتے اور نماز میں بیٹھ جاتے، کہاں کا وضو اور کون بتاتے نماز پڑھی ہے یا نہیں۔ سلام ساتھ پھیرا اور حاضری بولی۔ "دین محمد"! "یس سر"، "غلام محمد" "یس سر" نماز بھی ہو گئی، حاضری بھی ہو گئی، جماعت بھی مل گئی، نہ حضور، نہ خشوع، نہ خضوع، نہ رکوع، نہ سجدہ، نہ تلاوت —— یہ نماز نہیں ہے۔ چوہدری صاحب فرمانے لگے —— جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا تو وکالت چھوڑ دی کیونکہ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ اس پیشے میں حلال کی روزی بہت کم میسر آتی ہے۔ لہٰذا فرمانے لگے کہ میں نے سرکاری ملازمت اختیار کر لی اور علی گڑھ یونیورسٹی کے زمانے کی پتہ نہیں کتنے برسوں کی نمازیں ساری لوٹائیں۔ اب الحمد للہ میں سوچتا ہوں کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ٹھیک فرماتے ہیں۔ انہوں نے ہمارے دلوں میں قرآن کی عظمت پیدا کی۔ اور انگریز کے تمدن کی نفرت دل میں بٹھا دی۔

اللہ تعالےٰ ہمیں نماز کا پابند بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

★

اس شخص کا اسلام سب سے افضل ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے کسی مسلمان کو ایذا نہ پہنچے

حالات و واقعات

حضرت مولانا عبدالغفور مدنی رحمۃ اللہ علیہ

از مولانا ادریس انصاری خلیفۂ مجاز حضرت مولانا عبدالغفور مدنیؒ

طریقہ قادریہ نہایت مبارک طریقہ ہے

طالبین بیعت کے سامنے ارشاد فرمایا ہے" طریقہ قادریہ نہایت مبارک طریقہ ہے کہ اہل بیت کا طریقہ ہے مگر طریقہ نقشبندیہ میں فائدہ جلدی ہوتا ہے۔ الحمد للہ دوسرے حضرات کو تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بواسطہ اپنے مشائخ کے بیعت کا شرف حاصل ہے مگر مجھے اس طریقہ میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاواسطہ بیعت کا شرف حاصل ہے۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپؐ نے فرمایا۔ عبدالغفور! ؟ تجھے قادریہ سلسلہ میں بیعت کروں۔ میں نے عرض کیا۔ حضورؐ! میں تو طریقہ نقشبندیہ میں بیعت ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ پھر کیا ہوا۔ میں نے عرض کیا۔ بہت اچھا۔ میں تازہ وضو کر کے حاضر ہوا اور مجھے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قادریہ سلسلہ میں بنفسِ نفیس بیعت فرمایا۔ پھر فرمایا کہ میرے نزدیک کشفی حالت سے خواب کی حالت قوی ہے ——

ترمذی کی حدیث ہے :۔

عن انس ابن مالکؓ رضی اللہ عنہ اَنّ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم قال من رانی فی المنام فقد رانی فان الشّیطٰن لا یتخیّل بی و قال رؤیا المؤمن جزءٌ من ستّۃ واربعین جزءاً من النبوۃ ، و فی روایۃ عبداللہ عن النبی صلّی اللہ علیہ وسلم من رانی فی المنام فقد رانی فانّ الشّیطٰن لا یتمثّل بی و قال ابو قتادۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من رانی یعنی فی النوم فقد راء الحق ۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے واقعی مجھے دیکھا۔ کیوں کہ شیطان کی طاقت نہیں کہ میری شکل صورت میں ظاہر ہو اور سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا —— مومن کی خواب نبوّت کے اجزا میں سے چھیالیسواں جزو ہے۔ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائل حمیدہ ۴۶ ہیں اور رویا صالحہ اس کا ایک حصّہ ہے۔ کیونکہ یہ نبوّت کا مقدمہ ہے کہ نزولِ وحی سے چھ مہینے قبل حضورؐ کو خوابوں کے ذریعہ واقعات بتلائے جاتے تھے۔ امام بخاریؒ نے بطریقہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ روایت نقل کی ہے۔ کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لم یبق من النبوۃ الّا المبشرات قالوا وما المبشرات قال الرّؤیا الصّالحۃ " دوسری اور تیسری روایت کا بھی یہی حاصل ہے۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس نے خواب میں دیکھا اُس نے حقیقتاً حضورؐ کو دیکھا۔ اور صحیح قول یہی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس حال میں دیکھو وہ حضورؐ کا ہی دیکھنا ہے۔ حالات کا اختلاف دیکھنے والے کے اپنے حالات ہوتے ہیں۔

دوسرا خواب میں نے یہ دیکھا۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک پر مواجہ شریف میں کھڑا ہوں۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فیضان دریا کی موجوں کی طرح اُٹھ رہا ہے۔ میں حیران ہوں کہ میرے قلب میں یہ کیسے سما سکے گا اس کے بعد مجھے بے انداز جذب ہوئی۔

تیسرا خواب میں نے دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار مبارک بند ہے۔ حکم ہوا کہ چابی عبدالغفور کو دے دو۔ وہ چابی مجھے دے دی گئی تو میں نے تالا کھولا دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھولوں کے درمیان آرام فرما ہیں، میں دیکھ رہا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے ہیں۔

علماء کے تذکرے

حضرت صاحب علماء حق سے بڑی محبت فرماتے تھے۔ راقم الحروف نے دیکھا کہ حضرت صاحب کبھی کسی دنیادار کے اکرام کے لئے کھڑے نہیں ہوئے۔ بڑے بڑے ملوں کے مالک بڑے بڑے تاجر آتے تھے۔ ان سے بہت خندہ پیشانی سے ملتے مگر ان کے اعزاز کے لئے کھڑے نہیں ہوتے تھے ہاں علماء اور دین کی خدمت کرنے والوں اور حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی تبلیغی جماعت کے اکرام کے لئے نہ صرف کھڑے ہو جاتے تھے بلکہ ان کو رخصت کرنے کے لئے دروازہ کے باہر تشریف لے آتے تھے۔ اپنی جماعت کو بطورِ خاص علماء کے اکرام و احترام کی تاکید فرماتے رہتے تھے۔ مختلف مجالس میں علماء کے جو تذکرے فرمائے ہیں۔ سہولت کے لئے اس عنوان کے تحت راقم الحروف نے جمع کر دیے ہیں۔ پاکستان کے دوسرے دورہ میں ۷ر دسمبر ۱۹۵۹ء کی صبح کو ناشتہ کے لئے بنس روڈ کراچی تشریف لے گئے۔ صاحب دعوت کا نام مجھے یاد نہیں۔ ہاں اتنا یاد ہے کہ وہ دہلی کے رہنے والے ہیں اور کراچی کے اُس علاقہ میں زیادہ تر دہلی کے لوگ آباد ہیں۔ ملاقات کے لئے محلّہ کے لوگ آئے۔ جن میں ایک نابینا "ماہر صاحب" بھی تشریف لائے۔ حضرت صاحب نے اُن سے خوب گھل مل کر باتیں کیں۔ اور باتوں باتوں میں فرمایا " حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ سے میں نے دورۂ حدیث پڑھا ہے اور مشکوٰۃ شریف حضرت مولانا جمال الدین صاحبؒ سے پڑھی ہے مولانا جمال الدین صاحب بڑے صاحبِ نسبت بزرگ تھے جب ان کا انتقال ہوا تو شب کو میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے ہلکی ہلکی بارش ہو رہی ہے اور کہنے والا کہہ رہا ہے کہ آسمان رو رہا ہے۔ کیونکہ

مولوی جلال الدین صاحب انتقال فرما گئے۔ صبح کو اُٹھ کر میں نے سن لیا کہ حضرت مولانا کا انتقال ہو گیا۔ جب جنازہ اٹھا تو آسمان سے واقعی ہلکی ہلکی پھوار پڑنے لگی۔

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کا تذکرہ

اس طرح فرمایا۔ کہ حضرت تھانوی رحمت اللہ علیہ غزالیٔ وقت تھے۔ مولانا محمد یحیٰی صاحب مدرسہ حسینیہ دہلی میں دورۂ حدیث پڑھاتے تھے۔ ایک بار حضرت تھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو ایک ستون کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ دیر تک کھڑے رہے تو حضرتؒ نے ان کو کہلا کر بھیجا۔ کہ آپ نے مجھے تکلیف پہنچائی۔ انہوں نے کہا۔ میں نے کیا تکلیف پہنچائی ہے الٹی مجھے تکلیف ہوئی ہے یہ جواب سن کر حضرت تھانویؒ نے اُن سے کہلا بھیجا۔ آپ تشریف لے جائیں، میں آپ سے ملنا پسند نہیں کرتا۔ یہ جواب سن کر مولانا محمد یحیٰی صاحب واپس تشریف لے گئے۔" یہ واقعہ سنا کر حضرت صاحبؒ نے فرمایا۔ مجھے حضرت تھانویؒ سے خاص انسیّت رہی ہے۔ طالب علمی کے زمانہ میں حضرتؒ ایک بار شاہ گل کی مسجد میں وعظ کے لئے تشریف لائے۔ جب منبر پر بیٹھے تو پہلے یہ ارشاد فرمایا جو مجھے آج تک یاد ہے۔" صاحبو! اگر میں کوئی سخت بات کہوں تو آپ ناراض نہ ہوں۔ میں اپنے نفس کی طرف دیکھتا ہوں۔ اس کو مخاطب کرتا ہوں۔ اور آپ کو سناتا ہوں۔"

دوسری بات یہ فرمائی "اس زمانہ میں جب تک کوئی عندالناس زندیق نہ ہو گا، عنداللہ صدیق نہ ہو گا"۔ ایک اور مجلس میں فرمایا۔" مجھے حضرت تھانویؒ کی یہ بات بڑی پسند ہے"۔ حضرتؒ نے ایک جگہ فرمایا کہ" شریف آدمیوں کا یہ کام ہے اور مسلمان سب شریف ہیں، کیونکہ کلمہ کے بعد خلود دائمی سے نجات پا گیا"۔ ایک اور مجلس میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا کہ مولانا شبیر احمدؒ سے مجھے خاص انسیّت ہے۔ مدرسہ عبدالرب کے جلسہ میں اپنی طالب علمی کے زمانہ میں اُن کی تقریر سننے کے لئے خاص شوق سے جایا کرتا تھا پھر فرمایا۔ اُن کی تقریر دریا ہوتی تھی۔

علماء کی محبت

۱۴ر جنوری ۱۹۶۰ء کو اپنے شیخ کے مقام مسکین پور ضلع مظفر گڑھ تشریف لے گئے۔ اجتماع میں فرمایا "میرے حضرت قریشیؒ فرمایا کرتے تھے کہ تین طبقوں کی محبت رکھنی چاہیئے۔

(۱) علماء کی محبت۔ اس لئے کہ ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کے ذرات ہیں (۲) اہل بیت کی محبت کہ ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خون مبارک کے قطرات ہیں، (۳) حافظ قرآن کی محبت کہ اُس کے سینہ میں اللہ تعالیٰ کا پاک کلام ہے۔ پھر فرمایا۔ عالم کون ہے۔ اقوال رسول اللہ و افعال رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جاننے والا۔ اور صالح کون ہے اقوال رسول اللہ اور افعال رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر عمل کرنے والا۔ فرمایا۔ العلماء ورثۃ الانبیاء ہیں۔ اس لئے علماء کی عزت کرو۔ ان کا اکرام کرو۔ کیونکہ وہ انبیاء کے وارث ہیں۔

مولانا محمد یوسف صاحبؒ

تبلیغی جماعت کے امیر کے متعلق ۵۹ء کے دورہ میں فرمایا۔ یہ نفیر مولانا محمد یوسفؒ کے پاس مدینہ منورہ میں جاتا تھا۔ منین احمد دہلوی وہاں موجود تھا۔ میرا خیال ہے کہ دین کی مجلس جہاں بھی ہو وہاں پہنچنا چاہئے۔ میرا جسم، میری روح سب دین کے لئے ہے۔ راقم الحروف کہتا ہے کہ یہ واقعہ مولانا محمد یوسفؒ کی حیات میں سنایا تھا۔ مولانا محمد یوسفؒ کی وفات کے بعد تشریف لانے پر یہ فرمایا کہ مولانا جب آخری مرتبہ مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو میرے ہاں تشریف لائے اور مجھے وصیت کی کہ میرے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہ شریف میں میری طرف سے سلام پیش فرماتے رہیں اور یہی وصیت مجھے حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے فرمائی تھی بحمد اللہ تعالیٰ دونوں حضرات کی طرف سے مواجہ شریف میں سلام پیش کرتا رہتا ہوں۔

(باقی آئندہ)

بچوں کا صفحہ ——— حافظ عبدالخالق سعید

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خاندان

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا نام عبداللہ اور نسبت ابوبکر ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی ولادت اور بچپن کے حالات کی زیادہ تفصیلات تو معلوم نہیں لیکن یہ بات مسلّم ہے کہ وہ قبیلہ تیم بن مرہ بن کعب کے فرزند تھے اور انکا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں جاکر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

قبولِ اسلام

حضرت ابوبکر صدیق اسلام لانے سے پہلے بڑے مالدار تاجر تھے۔ انکی نیکی، اخلاق، معاملہ فہمی، سارے مکہ میں ضرب المثل تھی۔ ان اوصاف کی وجہ سے لوگ ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔ سرورِ کائنات سے انکی محبت بچپن سے تھی اور وہ حضورؐ کے خاص دوستوں میں شمار کیے جاتے تھے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث بہ رسالت ہوئے تو آپ نے سب سے پہلے اپنے خاص خاص دوستوں، عزیزوں رشتہ داروں کو دعوتِ اسلام دی۔ چناں چہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ مردوں میں سب سے پہلے مسلمان ہوئے اور آپ پر ایمان لائے اور رسالت کی تصدیق کی۔

اسلام لانے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دوسروں کو اسلام کی خوبیاں سمجھانے کی مہم شروع کردی۔ آپ کی کوششوں سے حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعدؓ بن وقاص جیسے لوگ مسلمان ہوئے جو اکابر صحابہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ انکا دوسرا بڑا کارنامہ ان مسلمان مردوں اور عورتوں کی امداد تھا جو کافروں کی غلامی میں تھے اور انکا نشانۂ ستم بنے [illegible] کسی کو سخت بے رحمی سے [illegible] پر لٹا دیا [illegible] لیکن [illegible] مصائب پر [illegible] ابوبکر صدیقؓ

۲۵ پیسے

نے ایسے کتنے ہی غلاموں اور کنیزوں کو انکے مالکوں سے خرید کر راہِ خدا میں آزاد کردیا۔ ان ہی آزاد کئے گئے غلاموں میں اسلام کے پہلے موذن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بھی شامل ہیں۔

محبتِ رسولؐ

یوں تو ہر صحابی آپؐ سے محبت کرتا تھا۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا یہ عالم تھا کہ انھیں پروانۂ رسولؐ کہا جاتا ہے۔ انھوں نے بڑے بڑے کٹھن وقتوں میں اس محبت کا ثبوت دیا اور ہر آزمائش پر پورے اترے۔

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ عقبہ بن معیط نے نماز کی حالت میں آپؐ کی گردن مبارک میں چادر ڈال دی اور اس کو بری طرح سے کھینچنے لگا۔ اتفاق سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بھی ادھر جانکلے۔ انھوں نے دوڑ کر اس کی گردن پکڑ لی اور چادر آپؐ کی گردنِ مبارک سے نکالکر فرمایا:- تجھے شرم نہیں آتی۔ تو انھیںؐ صرف اس لیے مار ڈالنا چاہتا ہے کہ وہ خدا کی رسالت کے مدعی ہیں اور کہتے ہیں کہ "خدا ہمارا رب ہے"۔

تبلیغ و اشاعت

تبلیغ و اشاعتِ اسلام میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا بڑا حصہ ہے وہ سرکار رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ سائے کی طرح لگے رہتے تھے۔ جہاں بھی سرورِ کائنات حضور نبی کریمؐ تشریف لے جاتے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ ساتھ ہوتے۔ ہر مقام پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا تعارف کراتے اور آپؐ کی منزلت بیان فرماتے۔

ہجرت

جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفارِ مکہ نے بہت زیادہ تنگ کیا تو آپ کو وحی کے ذریعے مدینہ منورہ ہجرت کرجانے کا حکم ملا۔ جس روز رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اسی روز مکہ کے کافروں نے آپس میں یہ طے کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ختم کردیا جائے

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبیؐ کو کافروں کے ارادے سے پہلے ہی خبر کردی تھی۔ آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کو حکم دیا کہ وہ آپ کے بستر پر سوجائیں۔ اور جو امانتیں لوگوں کی آپ کے پاس تھیں وہ سب حضرت علی کے حوالے کردیں۔ تاکہ وہ صبح لوگوں کو لوٹا دیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہٗ چادر اوڑھ کر بستر رسولؐ پر لیٹ گئے اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے ساتھ مدینہ منورہ روانہ ہوگئے۔

رات کے آخری حصّہ میں جب کفار آپکے قتل کے ارادہ سے گھر پہنچے تو وہاں انھوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کو سوتا پایا۔ اس پر وہ سخت برہم ہوئے رسولِ خدا کی تلاش میں سیدھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، کے گھر پہنچے اور ان کی صاحبزادی حضرت اسماء سے پوچھا کہ تمہارے باپ کہاں ہیں۔ حضرت اسماء نے بتانے سے انکار کردیا۔ تو ابوجہل نے غصہ میں آکر ایک تھپڑ اسماء کے منہ پر مارا۔ پھر بھی حضرت اسماء نے کچھ نہ بتایا آخر کافر وہاں سے مایوس ہوکر لوٹے اور سمجھ گئے کہ نبی کریمؐ اور حضرت ابوبکرؓ اس وقت مکہ میں نہیں ہیں۔

اب کافروں نے اعلان کیا کہ جو کوئی انھیں پکڑ کر لائے گا۔ اس کو سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے۔ اب انعام کے لالچ میں بہت سے لوگوں کے منہ میں پانی بھر آیا اور انھوں نے حضرت ابوبکرؓ اور آنحضرتؐ کی تلاش شروع کردی۔ مکے کے آس پاس کوئی جنگل، پہاڑ، ویرانہ ایسا نہ تھا جہاں انھوں نے آپ کو نہ ڈھونڈا ہو۔ یہاں تک کہ کچھ لوگ آپ کو تلاش کرتے کرتے غارِ ثور تک پہنچ گئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ نے جب غار کے آس پاس ان کی آہٹ سنی تو گھبرائے اور عرض کیا:- ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کافر ہمارے اوپر کھڑے ہیں اگر وہ ذرا بھی نیچے جھک کر دیکھیں تو ہم انھیں صاف نظر آجائیں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:- "ابوبکر پریشان نہ ہو خدا ہمارے ساتھ ہے" کافر غار کے منہ کے قریب سے بار بار گزرے۔ لیکن غار کے منہ پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک مکڑی نے جالا بن دیا تھا۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ غار کے اندر جاکر دیکھنا چاہیئے۔ لیکن دوسروں نے اس خیال کی مخالفت کی اور کہا کہ اگر وہ اس میں ہوتے تو جالا ٹوٹ جاتا۔ آپ تین دن اسی غار میں

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

دیدہ زیب — نیا حاشیہ — رنگین

عکسی طباعت سے مزین

مرتبہ: حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تین سال کی محنتِ شاقہ اور زرِ کثیر کی لاگت کے بعد شائع ہو گیا

ھدیہ

مجلد قسم اوّل	مجلد قسم دوم	مجلد قسم سوم
آفسٹ پیپر	کرنافلی سفید کاغذ	مکینیکل گلیز کاغذ
	۱۲، روپے	۹، روپے

محصول ڈاک دو روپے فی نسخہ زائد ہو گا۔ فرمائش کے ساتھ کل رقم پیشگی آنا ضروری ہے۔ وی، پی نہ بھیجا جائے گا۔ تاجرانہ رعایت کے لیے لکھیں،

رعایتی ھدیہ
فی جلد ۵/۵۰ ڈاک خرچ ۵۰/۱

کل
۷/- روپے پیشگی بھیجکر طلب فرمائیں

سندھی ترجمہ مرتبہ ما

شیخ المشائخ قطب الاقطاب حضرت مولانا و سیدنا تاج محمود صاحب امروٹی نور اللہ مرقدہ

دفتر انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

پاکستان اور انڈیا میں سالانہ چندہ	۰۰	۱۱
〃 〃 〃 ششماہی 〃 〃	۰۰	۶
〃 〃 〃 سہ ماہی 〃 〃	۰۰	۳
سعودی عرب بذریعہ ہوائی جہاز سالانہ	۰۰	۴۲
〃 〃 〃 بحری جہاز 〃	۰۰	۱۵
〃 〃 〃 ہوائی ڈاک ششماہی	۰۰	۲۱
〃 〃 〃 بحری 〃	۰۰	۱۱
انگلینڈ بذریعہ ہوائی ڈاک سالانہ	۴۰	۴۳
〃 〃 بحری	۸۰	۲۲

انڈیا کے خریدار اپنا چندہ مینجر ماہنامہ "الف... لکھنؤ کو ارسال کر کے ...

منظور شدہ محکمۂ تعلیم: (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ تین مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C-۲۱۲-
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۹/۳۹/۶۷-۲-۹ DD مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر ۲